

## فہرست مضامین

شمار	مضامین	مقالہ نگار	صفحہ
۱	شرعی کونسل آف انڈیا کے فیصلے (اداریہ)	فیضان المصطفیٰ قادری	5
۲	مریض اور مسافر کے روزوں کا حکم (ضیاء قرآن)	مفتی محمد قمر الحسن قادری امریکہ	13
۳	روزہ اور زکاة کے احکام (شرعی مسائل)	مفتی فضل احمد مصباحی بنارس	17
۴	رکس المنافقین کی نماز جنازہ (بحث و تحقیق)	مفتی مبشر رضا ازہر مصباحی	21
۵	غیر منقسم ہندوستان میں فقہ حنفی کی اشاعت (تاریخ)	مولانا سید شہباز اصدق	27
۶	بی جے پی حکومت اور قوانین ہند میں تبدیلیاں (قومی مسائل)	طارق انور مصباحی	31
۷	سپریم کورٹ کا اسلامی فیصلہ (خضر راہ)	محمد صادق رضا مصباحی	42
۸	ماہ رمضان کا احترام اور تقاضے (خضر راہ)	مولانا غلام مصطفیٰ مالگاؤں	44
۹	عید سعید کی خوشیاں (خضر راہ)	مصطفیٰ رضا غوثی سینٹ مارٹھی	46
۱۰	باغ و بہار	طلبا و طالبات	48

### ﴿نوٹ﴾

مندرجات سے ادارے کا اتفاق ضروری نہیں۔

کسی قسم کی عدالتی چارہ جوئی صرف دہلی کی عدالت میں قابل سماعت ہوگی۔

## شرعی کونسل آف انڈیا (بریلی شریف) کا چودھواں سالانہ فقہی سیمینار اور اس کے فیصلے

(فیضان المصطفیٰ قادری)

فقہ اسلامی خصوصاً فقہ حنفی ایسا جامع قانونی مواد کا ذخیرہ ہے جس کی مثال دنیا کے کسی مذہبی لٹریچر میں موجود نہیں۔ ہر زمانے اور ہر معاشرے میں پیش آنے والے تمام مسائل کو حل کرنے کی صلاحیت اس میں موجود ہے۔ ماضی قریب میں عالم اسلام کے عبقری اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ العزیز کی ایسی حل المشکلات شخصیت گزری ہے جنہوں نے اپنے عہد کے تقریباً تمام مسائل حل کیے اور ہر مسئلے کا شافی و دافی جواب عطا کیا، لیکن ان کے بعد نئے مسائل تھمنے کا نام نہیں لیتے، خصوصاً دور حاضر میں صنعتی انقلاب اور ٹکنالوجی سے بھرپور کارگاہ حیات نے نئے سوالات کی رفتار تیز کر دی ہے۔ مفتیان کرام چند سوالات حل کرتے ہیں تو اتنے ہی مزید سوالات پیدا ہو جاتے ہیں۔ بہت سے نئے سوالات اپنی نوعیت کے اعتبار سے ایسے ہوتے ہیں کہ ان کو حل کرنا فرد واحد کا کام نہیں، بلکہ ضرورت ہوتی ہے کہ ان کے لیے ایسے مفتیان کرام سر جوڑ کر بیٹھیں جو فقہ و فتاویٰ پر مہارت کے ساتھ ہی دور جدید کے حالات اور تقاضوں سے بھی خوب واقف ہوں۔ اللہ تعالیٰ رحمتوں کی بارش برسائے تاج الشریعہ مدظلہ العالی اور ان کے اعوان و انصار پر جنہوں نے اگست ۲۰۰۳ میں شرعی کونسل آف انڈیا کی داغ بیل ڈالی۔ ہر سال اس پلیٹ فارم سے دو تین نئے موضوعات کے ضمن میں درجنوں سوالات حل ہو کر منظر عام پر لائے جاتے ہیں۔ فقہی سیمینار کی سالانہ مجلسوں کے اہتمام و انصرام میں جو فکری، علمی اور مالی توانائیاں صرف ہوتی ہیں دور سے ان کا اندازہ لگانا بہت مشکل ہے۔ ہم اپنے قارئین سے اس کے منتظمین اور شرکائے سیمینار کے لیے دلی دعاؤں کی درخواست کرتے ہیں۔

گزشتہ ۲۱، ۲۲، ۲۳ اکتوبر ۲۰۱۶ء کو اس کا چودھواں فقہی سیمینار جامعۃ الرضا بریلی شریف میں منعقد ہوا، جس کی سرپرستی تاج الشریعہ حضور مفتی اختر رضا خاں ازہری مدظلہ العالی نے اور قیادت محدث کبیر ممتاز الفقہا حضرت علامہ ضیاء المصطفیٰ قادری مدظلہ العالی نے فرمائی، جس میں ملک کے مختلف علاقوں سے مفتیان کرام کی ایک بڑی جماعت نے شرکت کی۔ اس تین روزہ سیمینار کے لیے درج ذیل تین موضوعات منتخب کیے گئے تھے:

(۱) سفر حج کے دوران عورت مطلقہ یا بیوہ ہو جائے تو کیا کرے؟

(۲) ایکسیڈنٹ پر معاوضہ، اس کی بیع و شراء اور ٹیکے و کمیشن کا شرعی حکم

(۳) فصل کاٹنے کی اجرت کئی ہوئی فصل سے دینے کی شرعی حیثیت

مذکورہ موضوعات کے لیے سوالات چند ماہ قبل ہی مفتیان کرام کی بارگاہ میں پیش کر دیے گئے تھے، جن کے جوابات کے لیے ان حضرات نے تفصیلی مقالات قلم بند کیے اور مذکورہ تاریخ پر بریلی شریف حاضر ہو کر سیمینار میں شرکت کی۔ اور مختلف مجلسوں کے دوران بحث و تحقیق کی منزلوں سے گزار کر جن فیصلوں پر اتفاق کیا انہیں درج کر لیا گیا۔ ہم اپنے قارئین کے لیے ان تینوں موضوعات پر سوالات اور فیصلے شائع کر رہے ہیں۔

## فیصلہ

**بابت: سفر حج کے دوران عورت مطلقہ یا بیوہ ہو جائے تو کیا کرے؟**

سوال (۱) عدت اصل خروج سے مانع ہے یا سفر شرعی سے؟ بے محرم جانے سے مانع ہے یا محرم کے ساتھ بھی؟  
الجواب: باتفاق رائے طے ہوا کہ عدت اصل خروج سے مانع ہے، خواہ محرم کے ساتھ ہو یا نہ ہو۔ ردالمحتار، ج ۵، ص ۴۴۵/مکتبہ زکریا میں ہے: ”اما الخروج للضرورة فلا فرق بينهما كما نصوا عليه فيما ياتي“۔ تبیین الحقائق، ج ۳، ص ۲۷۳/میں ہے: ”والمعتدة يباح لها الخروج الى اقل من السفر للضرورة“۔ حاشیہ شلشی میں اس کے تحت ہے: ”یعنی عن طلاق أو وفاة“۔ فتاویٰ رضویہ ج ۵، ص ۸۴۹/میں ہے:

”مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید فوت ہوا جو ایک موضع میں رہتا تھا، وہاں کوئی طبیب نہیں ہے، پس اس کی زوجہ ایام عدت ہی میں بوجہ علالت اپنی دختر نیز اپنے بچوں خورد سال کے واسطے علاج کے لئے کسی دوسری جگہ جاسکتی ہے یا نہیں اور نبض کسی حکیم کو دکھا سکتی ہے یا نہیں؟ جواب: نبض بضرورت دکھا سکتی ہے اور دوسری جگہ اس طور پر جاسکتی ہے کہ رات کا اکثر حصہ شوہر کے ہی مکان میں گزارے اور اگر اسی مکان میں ممکن ہو تو یہ بھی حرام ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔“  
تنویر الابصار ودر مختار میں ہے:

”واعتدان ای معتدة طلاق و موت (فی بیت وجبت فیہ) ولا تخرجان منه (الا أن تخرج أو ينهدم المنزل أو تخاف) انه دامه أو (تلف ما لها أو لا تجد كراء البيت) ونحو ذلك من الضرورات فتخرج لأقرب موضع اليه“ [ج ۵، ص ۲۲۵، باب العدة] واللہ تعالیٰ اعلم

سوال (۲) جو عورت حج یا عمرہ کا احرام باندھ کر نکلی اور اپنے وطن ہی میں ساڑھے ستاون میل یعنی ساڑھے بانوے کیلومیٹر طے کرنے کے بعد بیوہ یا مطلقہ باندھ گئی تو اب کیا کرے گی؟

الجواب: جو عورت حج یا عمرہ کا احرام باندھ کر نکلی اور اپنے ملک ہی میں کسی جگہ مسافت سفر طے کرنے کے بعد بیوہ یا مطلقہ باندھ گئی اور وہاں سے مکہ مکرمہ کی دوری مدت سفر ہے اور وہ جگہ صالح اقامت نہیں ہے تو وہ محصرہ نہیں ہے۔ بدائع الصنائع، ج ۳، ص ۳۲۷/میں ہے: ”وان كان بينها وبين مصرها ثلاثة ايام و بينها و بين مقصدها ثلاثة ايام فصاعداً فان كان الطلاق في المفازة او في موضع لا يصلح للاقامة بان خافت على نفسها او متاعها فهي بالخيار ان شاءت مضت وان شاءت رجعت“۔

بہار شریعت میں ہے:

”اگر دونوں طرف مسافت سفر ہے اور وہاں آبادی نہ ہو تو اختیار ہے، جائے یا واپس آئے، ساتھ میں محرم ہو یا نہ ہو اور بہتر گھر واپس آنا ہے۔“ [حصہ ۸، ص ۲۴۷]

بہار شریعت کی مذکورہ بالا عبارت سے واضح ہے کہ اگر عورت ایسی جگہ مطلقہ باندھ ہوئی جو صالح اقامت نہیں تو اس کو مقصد یعنی مکہ مکرمہ جانے کی اجازت ہے لہذا اس صورت میں وہ محصرہ نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

سوال (۳) جو عورت جدہ یا مکہ مکرمہ پہنچ گئی اور قبل حج بیوہ یا مطلقہ بانسہ ہوگئی وہ محصرہ ہے یا نہیں؟ مکہ جانے کی اجازت ہے یا نہیں؟ عدت کب، کہاں اور کیسے گزارے گی؟

الجواب: وہ محصرہ نہیں ہے، وہ مکہ مکرمہ جائے گی اور حج و عمرہ ادا کرے گی اور بعد حج وہاں عدت کے ایام گزارنے کی اجازت نہ ملنے کی صورت میں محرم ہو تو محرم کے ساتھ ورنہ متدین عورتوں کے ساتھ اپنے ملک آ کر عدت پوری کرے گی اور اگر یہ ممکن ہو کہ واپسی میں جہاں پہلے پہنچی ہے، وہاں عدت گزار سکتی ہے یا اس سے قریب تر کسی جگہ پر رہ کر عدت گزار سکتی ہے تو وہیں عدت گزارے اور اگر اس میں بھی حرج و مشقت ہو تو بوجہ مجبوری شوہر کے گھر پہنچ کر عدت پوری کرے۔  
فتح القدیر میں بدائع الصنائع سے ہے:

”رجعت و بلغت ادنیٰ المواضع التي تصلح للاقامة اقامت فيه واعتدت ان لم تجد محرما بلا خلاف و كذا ان وجدت عند أبي حنيفة رحمه الله و مثله في المحيط، وفيه: البدوی طلق امرأته فأراد نقلها الى مكان آخر في الكلاء والماء فان لم تتضرر بتركها في ذلك الموضع في نفسها ومالها ليس له ذلك وان تضررت فله ذلك اذ الضرورات تبيح المحظورات“ [ج ۴، ص ۳۱۳]

جوہرہ نیرہ میں ہے:

”ولو خرج الرجل بامرأته فسافر للحج فطلقها في بعض الطريق أو مات عنها.... واما اذا كان بينها وبين مصرها ثلاثة ايام فصاعدا و بينها و بين مقصدها اقل من ذلك فانها تمضي لمقصدها لانها تحتاج في عودها الى انشاء سفر وهي ممنوعة من السفر ولا تحتاج اليه في المضي“ [جوہرہ، ج ۳، ص ۱۲۲]

فتاویٰ رضویہ میں ہے:

”اور اگر شوہر و محرم نہیں رکھتی تو اگر اتنی دور پہنچ گئی کہ مکہ معظمہ تک مدت سفر نہیں مثلاً جدہ پہنچ گئی تو اب چلی جائے اور واپس نہ ہو کہ واپسی میں سفر بلا محرم ہے اور وہ حرام ہے۔“ و كانت كمن أباها زوجها او مات عنها ولو في مصر وليس بينها و بين مصر هامدة سفر رجعت ولو بين مصرها مدته و بين مقصدها اقل مضت“۔ پھر بعد حج مکہ مکرمہ میں اقامت کرے۔ [فتاویٰ رضویہ، ج ۴، ص ۶۸۴]

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ کے زمانے میں وہاں اقامت کرنے کی گنجائش تھی لیکن اس زمانے میں حکومت کی طرف سے وہاں رہ کر عدت گزارنے کی اجازت نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

سوال (۴) جو عورت مدینہ منورہ پہنچ کر قبل حج بیوہ یا مطلقہ بانسہ ہوگئی وہ محصرہ ہے یا نہیں؟ جبکہ مدینہ منورہ سے مکہ معظمہ کی دوری مدت سفر سے زائد ہے اور مدینہ منورہ میں قانوناً ایک ہفتہ سے زائد ٹھہرنے کی اجازت نہیں تو وہ مکہ معظمہ جا کر حج کرے گی یا نہیں؟ عدت کب، کہاں اور کیسے گزارے گی؟ کیا ایسی عورت کو دفع حرج یا اسقاط حج فرض کی ضرورت کی بنا پر بے محرم مکہ مکرمہ جانے کی اجازت ہوگی؟ جبکہ بقدر کفایت مال نہ ہونے کی صورت میں روزی کمانے کے لئے اور کھیت کھلیان دیکھنے والا کوئی دوسرا نہ ہو تو اس کی دیکھ بھال کے لئے معتدہ کو عدت وفات میں نکلنے کی اجازت دی گئی ہے۔ تو کیا صورت مذکورہ میں اسباب ستہ میں سے کسی سبب کا سہارا لیا جاسکتا ہے؟ اگر عورت کے ساتھ محرم ہو تو کیا مدینہ منورہ سے مکہ معظمہ تک بحالت عدت سفر کرنے میں قول امام سے عدول کر کے قول صاحبین پر فتویٰ دیا جاسکتا ہے؟

الجواب: اگر عورت مدینہ منورہ پہنچ کر حالت احرام میں ہو چکی تھی پھر مطلقہ بانسہ یا بیوہ ہوگئی تو اگر مدینہ منورہ میں زمانہ عدت تک

ٹھہرنے کی کسی طور پر کوئی صورت نہ ہو تو وہ محصرہ نہیں۔ اسے مکہ جانے اور حج کرنے کی اجازت ہے یونہی وہ عورت جس نے اب تک احرام نہ باندھا تھا کہ مطلقہ بانسہ یا بیوہ ہو گئی تو اسے بھی سعودیہ کے سخت قانون کے پیش نظر مدینہ منورہ میں زمانہ عدت تک ٹھہرنے کی اجازت نہ ملنے کے سبب مکہ مکرمہ جانے اور حج کرنے کی اجازت ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

سوال (۵) سوال نمبر ۳۳ اور ۳۴ کے تحت ذکر کردہ صورت میں اگر شرعاً حج کرنے کی گنجائش نکل آئے تو کیا بعد حج وطن واپسی کے لئے محرم بلانا ضروری ہے یا اسباب ستہ میں سے کسی سبب کی بناء پر بے محرم ہی جانے کی اجازت ہے؟ اگر بدرجہ مجبوری مذکورہ عورت ایسے قافلے کے ساتھ وطن واپس آئے جن میں ثقہ اور متدین مرد اور عورتیں شامل ہوں تو کیا عدم محرم کی کمی پوری ہو جائے گی اور عورت گناہ سے بچ جائے گی؟

الجواب: عورت اگر محرم بلا کر اس کے ساتھ سفر کرنے پر قادر ہو تو بلا محرم سفر کرنا حرام ہے مگر اس وقت سعودی گورنمنٹ کے سخت قانون کی بنا پر وطن سے محرم بلا کر اس کے ساتھ لوٹنا نہایت دشوار ہے اس لئے دفع حرج کی بنا پر سیدنا امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قول پر عمل کرتے ہوئے ثقہ اور متدین عورتوں کے ساتھ بلا محرم وطن آنے کی اجازت ہے، اس صورت میں عورت گناہ گار نہیں ہوگی۔ فتاویٰ رضویہ میں ہے:

”اگر ثقہ معتمدہ عورتیں واپسی کے لئے ملیں تو مذہب امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر عمل کر کے ان کے ساتھ واپس آئے اور جانے کے لئے ملیں تو ان کے ساتھ جائے، انہیں کے ساتھ واپس آئے کہ تقلید غیر عند الضرورة بلاشبہ جائز ہے۔“ [ج ۴، ص ۶۸۴، ۶۸۵]

البتہ موجودہ نظام آمد و رفت کے مطابق ایئر پورٹ سے گھر تک اگر مسافت سفر شرعی کی ہو تو محرم کے ساتھ ہی جانا لازم ہے کہ ایئر پورٹ پر محرم بلا کر اس کے ساتھ واپس آنا دشوار نہیں ہے۔ فقہ کا اصول ہے: ”ما أبیح للضرورة يتقدر بقدرها“۔ [الاشباہ والنظائر، ج ۱، ص ۲۵۲] واللہ تعالیٰ اعلم

## فیصلہ

### بابت: اکسیڈنٹ پر معاوضہ، اس کی بیع و شراء اور ٹھیکے و کمیشن کا شرعی حکم

سوال (۱) اکسیڈنٹ سے ہونے والی موت کیا شرعاً قتل ہے؟ اگر وہ قتل ہے تو اُس کی کون سی قسم میں داخل ہے؟ اور اس کا حکم کیا ہے؟ اس میں کبھی غلطی ڈرائیور کی ہوتی ہے اور کبھی حادثہ کی زد میں آنے والے شخص کی۔ کیا دونوں صورتوں میں حکم یکساں ہوگا؟

الجواب: اکسیڈنٹ سے ہونے والی موت شرعاً قتل ہے اور اکسیڈنٹ کی مختلف صورتیں ہیں:

[۱] ڈرائیور نے جان بوجھ کر اکسیڈنٹ کیا جس سے دوسرے شخص کی موت واقع ہو گئی، تو یہ شبہ عمدہ ہے، اس میں کفارہ و دیت، دونوں لازم ہیں۔ الجوهرة النيرة، ج ۳، ص ۸۷۸ میں ہے: ”وشبه العمد عند ابی حنیفة ان يتعمد ضربه بما ليس بسلاح ولا ماجرى مجرى السلاح بل يضرب بشئ الغالب منه الهلاك كمدقة القصارين والحجر الكبير والعصا عنده..... وفيه الدية المغلظة على العاقلة ويحرم الميراث ايضا ويجب الدية في ثلث سنين و يدخل القاتل معهم في الدية فيكون كأحدھم“۔

[۲] چلتی ہوئی دو گاڑیاں ڈرائیوروں کی بے احتیاطی سے ٹکرائیں اور آدمیوں کی موت ہو گئی تو یہ قائم مقام خطا ہے، یہاں بھی کفارہ و دیت، دونوں لازم ہیں۔ فتاویٰ قاضیخان برہامش ہندیہ، ج ۳، ص ۴۴۴ میں ہے: ”ولو ان دابتين استقبلتا واصطدمتا

فقطبت احدهما ولكل واحد منهما سائق فضمان اللتي عطبت على الآخر ولو اصطدم الفارسان وقتلا تجب الدية لكل واحد منهما على عاقله الآخر۔

[۳] کوئی شخص اچانک گاڑی کی زد میں آگیا جبکہ ڈرائیور ضابطہ کے مطابق گاڑی چلا رہا تھا تو یہ قائم مقام خطا ہے، اس میں بھی کفارہ ودیت، دونوں لازم ہیں۔ بدائع الصنائع، ج ۷، ص ۴۰۱ میں ہے: ”الراكب اذا كان يسير في الطريق العامة فوطئت دابته رجلا بيديها او برجلها لوجود معنى الخطا في هذا القتل وحصوله على سبيل المباشرة لأن ثقل الراكب على الدابة والدابة الة فكان القتل الحاصل بثقلها مضافا الى الراكب فكان قتلا مباشرة۔“

[۴] گاڑی پارکنگ یا سروس روڈ پر کھڑی تھی اور دوسری گاڑی اس سے ٹکرائی جس سے کھڑی گاڑی میں سوار شخص کی موت ہوگئی تو یہ قائم مقام خطا ہے، کفارہ اور دیت واجب ہے۔ بدائع الصنائع میں ہے: ”النائم ينقلب على انسان فيقتله فهذا القتل في معنى القتل الخطاء من كل وجه لوجوده لا عن قصد لأنه مات بثقله فترتب عليه احكامه من وجوب الكفارة والدية وحرمان الميراث والوصية..... وكذلك لو سقط انسان من سطح على قاعد فقتله. اما وجوب الدية: فلوجود معنى الخطأ وهو عدم القصد، وأما وجوب الكفارة وحرمان الميراث والوصية فلوجود القتل مباشرة لأنه مات بثقله سواء كان القاعد في طرق العامة أو في ملك نفسه، ولو مات الساقط دون القاعد ينظر إن كان في ملك نفسه أو في موضع لا يكون قعوده فيه جنائية لا شيء على القاعد لأنه ليس بممتنع في القعود فما تولد منه لا يكون مضموناً عليه ويهدر دم الساقط، وإن كان في موضع يكون قعوده في جنائية فدية الساقط على القاعد تتحملها العاقلة لأنه متعدي في القعود فالمتولد منه يكون مضموناً عليه كما في حفر البئر، ولا كفارة عليه لحصول القتل بطريق التسبب كما في البئر. وكذلك اذا كان يمشى في الطريق حاملاً سيفاً أو حجراً أو لبنَةً أو خشبةً فسقط من يده فقتله لوجود معنى الخطأ فيه وحصوله على سبيل المباشرة لو وصول الآلة لبشرة المقتول۔“

[۵] ایک گاڑی آگے جا رہی تھی، دوسری گاڑی اس کے پیچھے چل رہی تھی، پیچھے والے نے آگے والے کو مار دیا جس سے آگے والی گاڑی کے افراد کی موت ہوگئی تو یہ قائم مقام خطا ہے، ٹکرا مارنے والے پر کفارہ ودیت لازم ہے۔

[۶] درج بالا دونوں صورتوں میں ٹکرا مارنے والے کی موت ہوگئی تو ٹکرا مارنے والا خود ذمہ دار ہے، آگے والے یا کھڑی گاڑی والے پر ضمان نہیں۔ فتاویٰ قاضیان برہامش ہندیہ، ج ۳، ص ۴۴۴ میں ہے: ”ولو جاء راكب خلف سائر فصدمه فعطب الجاني لا ضمان على السائر ولو عطب السائر فضمانه على من جاء خلفه۔“

[۷] گاڑی ایسی جگہ کھڑی کہ جہاں کھڑی کرنا قانوناً منع ہے اور اس سے ٹکرا کر کسی کی موت ہوگئی تو قتل سبب ہے، دیت لازم ہے، کفارہ نہیں اور میراث سے محروم نہ ہوگا۔ فتاویٰ ہندیہ، ج ۳، ص ۶۴۴ میں ہے: ”واما القتل بسبب فمثل حفر البئر ووضع الحجر في غير ملكه كذا في الكافي ولو وطئت دابته انسانا فقتلته وهو سائقها او قائدھا فهو قتل بسبب كذا في المضممرات وموجه اذا تلف به آدمي الدية على العاقلة ولا يتعلق به الكفارة ولا حرمان الميراث عندنا كذا في الكافي۔“ واللہ تعالیٰ اعلم

سوال (۲) اس سے موت واقع ہونے یا کسی عضو کے معطل و مجروح ہونے کی صورت میں معاوضہ لینا اور اس کے حصول کے لئے مقدمہ لڑنا کیسا ہے؟ نیز یہ معاوضہ شرعاً دیت و ارش ہے؟

الجواب: اس سوال کے جواب میں باتفاق رائے طے پایا کہ موت واقع ہونے یا کسی عضو کے معطل ہونے کی صورت میں معاوضہ لینا اور اس کے حصول کے لئے مقدمہ لڑنا درست ہے۔ البتہ سوال نمبر ۱ کے جوابات کی تفصیل میں گزرا کہ اکیڈنٹ کے ذریعہ موت بعض صورتوں میں قتل شبہ عمدہ ہے اور بعض صورتوں میں قتل قائم مقام خطا اور بعض میں قتل بالسبب اور بعض میں مقتول ہی ذمہ دار ہوتا ہے، دوسرا نہ تو اس ہلاکت کا مباشر ہوتا ہے اور نہ سبب۔ ایسی صورت میں معاوضہ لینا شرعاً درست نہیں، اس کے علاوہ باقی تمام صورتوں میں یعنی قتل شبہ عمدہ، قتل قائم مقام خطا اور قتل بالسبب میں معاوضہ لینا درست ہے، ان کے جزئیات سوال نمبر ۱ کے جواب میں مذکور ہوئے اور جب معاوضہ لینا جائز ہے تو اس کی تحصیل کے لئے مقدمہ لڑنا بھی جائز ہے۔ سوال کا ایک جز یہ ہے کہ شرعاً یہ معاوضہ دیت ہے یا ارش؟ نفس کے بدلے جو مال واجب ہو، وہ دیت ہے اور عضو کے بدلے جو مال واجب ہو وہ ارش ہے اور ان کے عوض جو مال مقتول کے وارثین کو حاصل ہوتا ہے وہ معاوضہ و ضمان ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

سوال (۳) یہ معاوضہ حق ثابت ہے یا حق مجرد؟ جو بھی ہو، اس کی بیع و شراء کیا شرعاً جائز ہے؟

الجواب: باتفاق رائے طے ہوا کہ جن صورتوں میں معاوضہ لینا جائز ہے، ان میں وہ معاوضہ حق ثابت ہے اور چونکہ یہ بالذات مال نہیں ہے اس لئے اس کی بیع و شراء جائز نہیں کہ بیع مبادلۃ المال بالمال علی اسمیل التراضی کا نام ہے۔ البتہ حق دیت و ارش کے عوض مال لے کر صلح جائز و درست ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

سوال (۴) معاوضہ کی تحصیل کے لئے کسی کو کمیشن پر مقرر کرنا یا اس کا ٹھیکہ لینا دینا کیسا ہے؟

الجواب: جن صورتوں میں معاوضہ لینا جائز ہے، ان صورتوں میں معاوضہ کی تحصیل کے لئے کام کرنا قابل اجرت عمل ہے لیکن اس کے لئے کسی کو کمیشن پر اس طرح مقرر کرنا کہ جتنا معاوضہ حاصل ہوگا اس کا جز حصہ مثلاً پچیس فیصد تم کو دیا جائے گا تو یہ مثل قفیز طحان نا جائز ہے اور ٹھیکہ اس طور پر کرنا کہ اس پورے مقدمے میں مثلاً پانچ ہزار یا دس ہزار روپے اجرت دی جائے گی تو یہ جائز ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

سوال (۵) ٹرین، ہوائی جہاز، زلزلے، بم دھماکے یا کسی بھی حادثے میں مرنے والوں کے گھر والوں کو گورنمنٹ کی جانب سے جو رقم ملتی ہے اس کا مالک کون ہوگا؟ کیا اس میں وراثت کے احکام جاری ہوں گے؟ یا جس کو نام زد کر کے گورنمنٹ رقم ادا کرتی ہے، وہی اس رقم کا مالک ہوگا؟

الجواب: تمام مندوبین کرام کے اتفاق رائے سے یہ طے ہوا کہ ٹرین، ہوائی جہاز یا بم دھماکے کے حادثے میں مرنے کی صورت میں جو معاوضہ ملتا ہے اس کا حکم مثل دیت ہے یعنی مہلوک کے وارثین کے درمیان بطریق وراثت تقسیم ہوگا اور زمینی یا آسمانی آفت مثلاً زلزلہ، طوفان، سیلاب وغیرہ سے واقع ہونے والی موت کی صورت میں حکومت کی طرف سے جو رقم ملتی ہے تو چونکہ یہ رقم بطریق تعاون دی جاتی ہے اس لئے وہ حکم دیت میں نہیں ہے لہذا وہ بطریق وراثت تقسیم نہیں ہوگی بلکہ حکومت جن لوگوں کے تعاون کے لئے دیتی ہے، وہی افراد مالک ہوں گے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

## فیصلہ

### بابت: فصل کاٹنے کی اجرت کٹی ہوئی فصل سے دینے کی شرعی حیثیت

سوال (۱) اسی کھیت کی پیداوار کے عوض فصل کٹوانا کس عقد میں آتا ہے؟

الجواب: باتفاق رائے یہ طے پایا کہ یہ عقد اجارہ ہے کہ یہ عمل کے بالمقابل عوض کا مالک بنانا ہے۔ ہدایہ، ج ۴، ص ۴۱۱ میں ہے: ”ربما يقال الاجارة قد تكون عقداً على العمل كاستيجار القصار والخياط“۔ عالمگیری، ج ۴، ص ۴۱۱ میں ہے: ”انها (الاجارة) نوعان نوع يرد على منافع الاعيان كاستيجار الدور والاراضي والدواب والياب وما اشبه ذلك ونوع يرد على العمل كاستيجار المحترفين للاعمال كالقصار والخياطة والكتابة وما اشبه ذلك كذا في المحيط“۔ واللہ تعالیٰ اعلم

سوال (۲) اگر اس میں قفیز طحان کی صورت پائی جاتی ہے تو کیا لوگوں کا عرف و تعامل اس کے لئے راہ جواز پیدا کر پائے گا یا نہیں؟

الجواب: مسئلہ دائرہ میں قفیز طحان کی صورت پائی جاتی ہے لیکن بلاد کثیرہ میں بکثرت رائج ہونے کی وجہ سے عرف عام ہے اس لیے یہ اجارہ جائز و درست ہے۔

مجدد اعظم امام احمد رضا قدس سرہ فرماتے ہیں:

”علمائے کرام جس عرف عام کو فرماتے ہیں کہ قیاس پر قاضی ہے اور نص اس سے متروک نہ ہوگا، مخصوص ہو سکتا ہے، وہ یہی عرف حادث شائع ہے کہ بلاد کثیرہ میں بکثرت رائج ہو۔“ [فتاویٰ رضویہ، ج ۸، ص ۲۱۴]

نیز امام احمد رضا قدس سرہ فرماتے ہیں:

”بئائی پر زمین اٹھانے سے احادیث صحیحہ معتبرہ میں منع وارد یہاں تک کہ حدیث جابر ابن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما میں ہے، میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو فرماتے سنا: ”من لم يذر المخابرة فليؤذن بحرب من الله ورسوله“ جو بئائی نہ چھوڑے وہ اللہ و رسول سے لڑائی کا اعلان کرے۔ رواہ ابوداؤد و الطحاوی۔ وفي الباب عن رافع ابن خديج و ثابت ابن الضحاك و زيد ابن ثابت و انس ابن مالك و ابی هريرة رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین“ اور قیاس بھی بوجہ کثیرہ اسی کا مساعد و لہذا ہمارے امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ باتباع جماعت صحابہ و تابعین محرمین مانعین حرام و فاسد جانتے ہیں بایں ہمہ صاحبین نے بوجہ تعامل اجازت دی اور اسی پر فتویٰ قرار پایا۔ ہدایہ میں ہے: ”قال ابو حنيفة رحمة الله تعالى عليه المزارعة بالثلث والرابع باطله وقال جازة له ما روى انه صلى الله عليه وسلم نهى عن المخابرة وهي المزارعة ولانه استيجار ببعض ما يخرج من عمله فيكون في معنى قفيز الطحان ولان الاجر مجهول او معدوم وكل ذلك مفسد و معاملہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم اهل خبير كان خراج مقاسمة بطريق الامن والصلح وهو جائز الا ان الفتوى على قولهما لحاجة الناس اليها ولظهور تعامل الامة بها والقياس يترك بالتعامل كما في الاستصناع“۔ واللہ تعالیٰ اعلم [ج ۸، ص ۲۱۴]

سوال (۳) یہاں عرف عام ہے یا خاص؟ اور بہر تقدیر مسئلہ دائرہ میں وہ مؤثر ہے یا نہیں؟ اگر ہے تو کس حد تک؟



الجواب: یہاں عرف عام تحقیق اور مسئلہ دائرہ میں مؤثر ہے جیسا کہ جواب نمبر ۲۸ میں منقول فتاویٰ رضویہ کی عبارت سے ظاہر ہے۔  
واللہ تعالیٰ اعلم

سوال (۴) اگر یہاں عرف مؤثر نہ ہو تو اس عقد اور معاملہ کے جواز کی صورت کیا ہو سکتی ہے؟  
الجواب: اولاً یہاں عرف عام مؤثر ہے جیسا کہ اوپر مذکور ہوا۔ البتہ جن بلاد میں عرف عام تحقیق نہیں، ان بلاد میں جواز کی درج ذیل صورت ہے جس کو فقہائے کرام نے خود اپنی کتابوں میں درج فرمایا ہے:  
اگر اسی کھیت کی پیداوار سے اجرت دینے کی شرط نہ لگائے مثلاً یہ کہے کہ اتنا گیہوں اس کام کے بدلے دیں گے تو یہ جائز و درست ہے اگر چہ کٹائی کے بعد اسی سے دیدے۔ درمختار میں ہے: ”الحيلة ان يسمي قفيزا بلا تعيين ثم يعطيه قفيزا منه يجوز“ [ج ۵، ص ۳۶]۔

عالمگیری، ج ۴، ص ۴۴۲ میں ہے: ”الحيلة في ذلك لمن اراد الجواز ان يشترط صاحب الحنطة قفيزا من الدقيق الجيد ولم يقل من هذه الحنطة او يشترط ربع هذه الحنطة من الدقيق الجيد لان الدقيق اذا لم يكن مضافا الى حنطة بعينها يجب في الذمه والاجر كما يجوز ان يكون مشارا اليه يجوز ان يكون دينا في الذمة ثم اذا جاز يجوز ان يعطيه ربع دقيق هذه الحنطة ان شاء كما في المحيط“۔ واللہ تعالیٰ اعلم ☆☆☆

### صفحہ ۱۶ کا بقیہ:

اگر کوئی شخص روزہ رکھ کر کسی اور ملک کا سفر کرے اتفاق سے وہاں عید اس مسافر کے لحاظ سے ایک دن پہلے یعنی ۲۸ پر ہوگئی تو اس کا حکم یہ ہے کہ وہاں اسی روز عید کرے اور ایک روزے کی قضا کر لے۔

حدیث پاک میں ہے: عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الصَّوْمُ يَوْمَ تَصُومُونَ وَالْفِطْرُ يَوْمَ تَفْطَرُونَ وَالْأَضْحَى يَوْمَ تَضْحُونَ۔ (جامع ترمذی: ص ۲۰۸ حدیث ۶۹۷۔ کتاب الصوم۔ دار احیاء التراث العربی بیروت)  
ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جس دن لوگ روزہ رکھیں روزہ رکھو، افطار کریں تو افطار کرو اور عید الاضحیٰ منائیں تو عید الاضحیٰ کرو۔

یہ حدیث پاک اس بات پر دلیل ہے کہ یہ باہر سے جانے والا شخص جس کے ۲۸ روزے ہی ہوئے وہاں لوگوں کے ساتھ افطار کرے گا یعنی عید پڑھے گا اور ایک روزے کی قضا کرے گا۔ اس کے برعکس اگر کسی جگہ اور ابھی وہاں لوگ روزہ رکھ رہے ہیں ان کا تیسواں روزہ ہے، اور اس آنے والے کا اکتیسواں روزہ ہو رہا ہے تو اس کے لیے کیا حکم ہوگا؟ اس سلسلے میں سب سے پہلے قرآن مقدس کی نص قطعی ہے کہ:

فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ۔ (البقرہ: ۱۸۵)

ترجمہ: تو تم میں جو کوئی یہ مہینہ (رمضان) پالے ضرور اس کے روزے رکھے۔

مذکورہ حدیث پاک اور آیت کریمہ کا استشہاد اس بات کو قطعی بنا رہا ہے کہ اگرچہ اس کا مہینہ ختم ہو گیا اور یہ اس کا اکتیسواں دن ہے، جب کہ رمضان یا دوسرے مہینے ۲۹ یا ۳۰ کے ہی ہوتے ہیں مگر اختلاف مکانی کی بنیاد پر اس کو روزے کا حکم دیا جائے گا۔ مفتی منیب الرحمن صاحب نے تفہیم المسائل ج ۲ ص ۱۹۷ پر اسی طرح کے ایک مسئلے کے جواب میں ایسا ہی فرمایا ہے اور یہ بات واضح ہے کہ اختلاف مکانی و زمانی سے احکام میں تبدیلی ہوتی ہے، لہذا ایسے شخص کو وہیں کے اعتبار سے عمل کرنا ہوگا۔

## ضیاء قرآن

# مریض اور مسافر کے روزوں کا حکم

## قرآن مجید کی روشنی میں

از: مفتی محمد قمر الحسن قمر بستوی امریکہ

میں پورا کیا جائے۔ پھر اسی حکم کو دوبارہ نازل فرمایا گیا:  
فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَّرِيضًا أَوْ عَلَىٰ سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِنْ أَيَّامٍ  
أُخِّرُ يُبْذِلُ اللَّهُ بِكُمْ الْيُسْرَ وَلَا يُرِيدُ بِكُمُ الْعُسْرَ۔ (البقرة: ۱۸۵)  
ترجمہ: اور جو بیمار یا سفر میں ہو تو اتنے روزے اور دنوں  
میں۔ اللہ تم پر آسانی چاہتا ہے اور تم پر دشواری نہیں چاہتا۔  
(کنز الایمان)

ایک ہی حکم کو دوبارہ نازل فرمانا جہاں روزہ کی اہمیت کو اجاگر  
کرتا ہے وہیں آسانی کو بھی ظاہر کرتا ہے۔ کہ ماہ رمضان المبارک  
کے روزے حتیٰ ہیں ان کو کسی بھی صورت میں نظر انداز نہیں کیا  
جاسکتا، مگر آسانیاں یہ ہیں کہ اگر تم رمضان کے مہینے میں بحالت  
مرض و سفر اس کے تحمل نہیں ہو تو ان کو دوسرے دنوں میں پورا کرو مگر  
معاف نہیں ہیں۔ ان صورتوں کو ملاحظہ فرمائیے:

- (۱) روزہ رکھنا لازمی ہے۔
- (۲) مریض یا مسافر ہو تو بعد میں پورا کرو۔
- (۳) کمزوری کے باعث اگر روزہ رکھ ہی نہیں سکتے تو فدیہ دو۔
- گویا روزے کو کسی بھی صورت میں پورا کرنا ہے۔ چاہے  
اصل کی حالت میں یا متبادل صورت میں۔
- ہم ذیل میں مریض و مسافر کے تعلق سے احکام عرض کریں  
گے:

اسلام میں توازن ہے، افراط و تفریط سے محفوظ اعتدال کا مذہب  
ہے۔ عبادات میں نہ تو جبر ہے اور نہ ہی اکراہ ہے بلکہ بندوں کے  
لیے مسلسل آسانیاں ہیں، البتہ ادائے گی فرائض پر تاکید ضرور ہے، کہ  
وہ بندوں کے لیے اظہار عہدیت کا ایک خاص عنصر ہے۔ ورنہ خالق  
کے حقوق کو بندہ نہیں جان سکتا۔ رمضان المبارک میں روزوں کی  
فرضیت کے بعد بندوں کی ایک معتاد زندگی میں انقلاب آیا اور ایک  
روش جو برسوں سے چلی آرہی تھی اس کو حکم الہی کا پابند کر دیا گیا کہ دن  
میں کھانے پینے اور جماع سے مومن بندگان خود کو محفوظ رکھیں۔ حکم کا  
عمومی پہلو سب کے لیے تھا، مگر یہ حکم بعض پر گراں ہوتا اور اس میں  
تکلیف مالا بلاق تھی لَا يَكْلِفُ اللَّهُ نَفْسًا إِلَّا وُسْعَهَا (اللہ تعالیٰ)  
کسی بھی جان پر اس کی طاقت بھر ہی بوجھ ڈالتا ہے) مریض،  
مسافر، حاملہ، اور مرضعہ (دودھ پلانے والی) وغیرہ۔ تو حکم میں نرمی  
فرمادی گئی اور انہیں آسانوں کا حکم دے دیا گیا۔

فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَّرِيضًا أَوْ عَلَىٰ سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِنْ أَيَّامٍ  
أُخِّرُ۔ (البقرة: ۱۸۴)

ترجمہ: ”تو تم میں جو کوئی بیمار یا سفر میں ہو تو اتنے روزے  
اور دنوں میں“ (کنز الایمان)  
حکم الہی کے مطابق مریض اور مسافر کے لیے صعوبتوں سے  
بچنے کے لیے رمضان کے روزے نہ رکھنے کی صورت میں اس کو بعد

## مرض:

مرض کی حالت میں روزہ چھوڑنے کی اجازت ہے اور اس کو بعد میں جب مرض جاتا رہے تو پورا کرے یہاں مرض کی تحدید کا معلوم ہونا ضروری ہے۔ اسلاف میں اس کی تحدید میں اختلاف ہوا ہے۔ ملاحظہ ہو:

(۱) امام ابن سیرین رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ”انسان کو جب ایسی حالت لاحق ہو جس کو مرض کہا جاسکے تو اس کو افطار کرنا صحیح ہے۔ مسافر پر قیاس کرتے ہوئے کہ اس کو حالت سفر میں افطار کی اجازت ہے۔ جب علت سفر کی بنیاد پر مسافر کو اجازت ہے تو علت مرض کی بنیاد پر مریض کو بھی۔ چنانچہ طریف بن تمام عطار دی نے بیان کیا کہ میں رمضان میں حضرت محمد بن سیرین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا دیکھا کہ وہ کھانا کھا رہے ہیں۔ فرمایا کہ میری انگلی میں درد ہے۔“

(۲) امام مالک رضی اللہ عنہ کے نزدیک دو قول ہیں (۱) روزہ رکھنے سے جان جانے کا خطرہ ہو۔ (۲) یا پھر روزہ سے شدید مشقت ہو یا مرض میں شدت و زیادتی ہو سکتی ہو۔ (۳) امام حسن بصری رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: جب نماز کھڑے ہو کر پڑھنے پر قادر نہ ہو تو افطار کرے۔

(۴) امام شافعی رضی اللہ عنہ کا ایک قول نقل ہے کہ: مریض کو افطار کی اجازت اسی وقت ہے جب اس کی ضرورت ہو۔ اگر صرف احتمالی مرض ہو تو افطار کی اجازت نہیں ہوگی۔ (قرطبی)

(۵) رخصت اس مریض کے لیے ہے کہ اگر روزہ رکھے تو مشقت و تکلیف میں پڑ جائے گا۔ یہ شیخ اہم کا قول ہے۔ (کبیر)

(۶) اگر روزہ رکھنے میں مشقت ہو یا مرض بڑھ جانے کا خطرہ ہو تو اس کے لیے افطار مسنون ہے اور روزہ رکھنا مکروہ ہے۔ یہ امام احمد بن حنبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا۔

(۷) مگر جہور کا قول ہے: ایسا مرض جو اذیت اور تکلیف پہنچانے والا ہو یا یہ خدشہ ہو کہ شدت اختیار کر جائے گا یا بڑھ جائے گا تو افطار کرنا صحیح ہوگا۔ (قرطبی)

یہ ساری تفصیلات بالفعل مرض سے متعلق ہیں۔ مگر فقہاء اسلام نے منظون صورت حال میں بھی افطار کی اجازت دی ہے، ائمہ اربعہ کے احکام حسب ذیل ہیں۔

حنفیہ: مرض سے صحت یاب ہے اور گمان ہے کہ روزے سے مرض ہو جائے گا تو اس کے لیے افطار مباح ہے جیسے روزہ مباح ہے، اسی طرح کہ اگر وہ مریض بالفعل ہوتا۔

مالکیہ: صحت مند کو اگر ہلاکت یا شدید تکلیف کا گمان غالب ہو جائے تو مریض ہی کی طرح اس کو افطار واجب ہے۔

شافعیہ: صحت مند ہو اور روزہ رکھنے پر مرض کا گمان ہو تو اس وقت تک اس کو افطار جائز نہیں ہے جب تک روزہ رکھنا شروع نہ کر لے اور ضرر محقق نہ ہو جائے۔

حنابلہ: جس کو مرض کا گمان ہو جائے اس کو افطار مسنون ہے، مریض بالفعل کی طرح اور روزہ رکھنا مکروہ۔ (الفقہ علی مذاہب الاربعہ: ج ۱۔ ص ۴۴۳۔ دارالحدیث قاہرہ)

وہ عوارض جن کی وجہ سے افطار کی اجازت ہے احناف کے نزدیک حسب ذیل ہیں۔ علامہ علاء الدین مصلحتی علیہ الرحمۃ والرضوان نے درمختار میں پانچ بتایا مگر علامہ ابن عابدین شامی علیہ الرحمہ نے ردالمحتار میں نو شمار کرایا ہے:

(۱) حاملہ (۲) مرضہ (۳) سفر (۴) مرض (۵) کبر سن (۶) جہاد (۷) بھوک (۸) پیاس (۹) آکراہ۔

مرض کے تعلق سے ابن عابدین شامی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں: خَوْفُ الزِّيَادَةِ أَوْ ابْطَاءُ الْبُرْءِ أَوْ فَسَادُ عَضْوٍ بِحُرٍّ أَوْ وَجَعُ الْعَيْنِ أَوْ جَسْرَاحَةٍ أَوْ ضِدَاعًا أَوْ غَيْرُهُ۔ (ردالمحتار ج ۲: ص ۴۲۲: فصل فی العوارض۔ ایچ ایم سعید پی کراچی)

ترجمہ: مرض بڑھ جانے کا خوف یا دیر میں ٹھیک ہونے یا کسی عضو کے ناکارہ ہونے کے سبب گرمی سے آنکھ دکھنے یا زخم یا سردرد وغیرہ کے سبب۔

عالمگیری میں ہے: جب جان جانے یا کسی عضو کے ضائع ہونے کا خوف ہو تو افطار کرے گا۔ جب کہ یہ تشخیص صرف گمان

صورت نہیں بلکہ وقتی اور عارضی ہو تو اس کے لیے قضا کا حکم ہے۔  
سفر:

فرمان الہی کے مطابق مسافر اپنی حالت سفر میں افطار کا مجاز ہے جس کی قضا بعد میں کرے۔ مگر مسافت سفر کے تعین میں علما کا اختلاف ہے کہ کتنے سفر پر افطار کی اجازت ہوگی۔ ذیل کے اقوال کو ملاحظہ فرمائیں۔

امام مالک: کے اس بارے میں کئی قول نقل ہیں: (۱) ایک دن رات کی مقدار (۲) اڑتالیس میل کی مقدار (۳) بیالیس میل کی مقدار (۴) چھتیس میل کی مقدار (۵) دو دن کی مقدار (قرطبی) امام شافعی: کم از کم سولہ (۱۶) فرسخ کی مقدار ہونا چاہیے۔

امام اوزاعی: ایک دن کے سفر کی مقدار۔  
امام اعظم و امام ثوری: رخصت کے لیے سفر کا تین مراحل یعنی چوبیس فرسخ ہونا چاہیے۔

ایک اور قول: سفر چاہے ایک فرسخ کا ہو رخصت ہے۔  
(تفسیر کبیر)

مگر حق بات یہ ہے کہ:

يُسَاحُ الْفَطْرُ لِلْمُسَافِرِ بِشَرْطِ أَنْ يَكُونَ السَّفَرُ مَسَافَةً تُبَيِّحُ قَصْرَ الصَّلَاةِ - (الفقه علی مذاہب الاربعہ: ج ۱- ص ۴۴۴- دارالحدیث قاہرہ)

ترجمہ: مسافر کے لیے افطار اس شرط پر مباح ہے کہ اس کا سفر اتنی مسافت کا ہو جس پر نماز قصر جائز ہوتی ہے۔ جس کے تعلق سے حضرت صدر الشریعہ نے تقریباً ساڑھے ستاون ۵۷ء ۵۵ میل، مفتی منیب الرحمن نے ۹۸۷۳۴ کلومیٹر جب کہ ڈاکٹر وہبہ الراحلی شافعی فقیہ نے ۸۹ کلومیٹر بیان کیا ہے۔

پھر علما اسلام نے مزید احکام بیان فرمائے، ابن کثیر نے ذیل کے اقوال بیان کئے:

(۱) اسلاف کی ایک جماعت کا خیال ہے جو رمضان کا مہینہ شروع ہونے پر مقیم ہو پھر درمیان میں سفر کرے، تو اس کو سفر کے عذر کے سبب افطار جائز نہیں۔

(۲) ایک دوسرا گروہ کہتا ہے کہ سفر میں افطار واجب

سے نہ ہو بلکہ ظن غالب سے ہو یا کسی علامت کے ذریعہ یا تجربہ کی روشنی میں یا مسلمان ڈاکٹر کے کہنے پر۔ تو ایسی صورت میں بھی اس مریض کو اجازت ہوگی کہ وہ ان دنوں میں روزہ نہ رکھے۔ جب شفا یاب ہو جائے تو اس کی قضا کرے۔

امام اہل سنت سیدی اعلیٰ حضرت ارشاد فرماتے ہیں:

جو ایسا مریض ہے کہ روزہ نہیں رکھ سکتا، روزہ سے اسے ضرر ہوگا، مرض بڑھ جائے گا یا دن کھنچیں گے۔ اور یہ بات تجربہ سے ثابت ہے، یا مسلم طبیب حاذق کے بیان سے جو فاسق نہ ہو۔ تو جتنے دنوں یہ حالت رہے اگرچہ پورا مہینہ کیوں نہ ہو وہ روزہ چھوڑ سکتا ہے اور بعد صحت روزہ کی قضا کرے۔ (فتاویٰ رضویہ: ج ۱۰ ص: ۵۲۰۔ مسئلہ نمبر ۲۳۴۔ مطبوعہ رضا فاؤنڈیشن لاہور)

گمان غالب پر یا تجربہ کی روشنی میں یا ماہر حکیم رڈاکٹر کے حکم پر بحالت مرض رمضان میں افطار کی اجازت ہے۔ مگر یہ اس صورت میں جب مرض میں روزہ رکھنے سے ضرر کا اندیشہ ہو تو لیکن اگر ایسا مرض ہے جس سے ضرر کا اندیشہ نہ ہو تو اس کو روزہ رکھنا لازم ہوگا۔ امام رازی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

كَيْفَ يُمْكِنُ أَنْ يُقَالَ كُلُّ مَرَضٍ مُرْخَصٌ مَعَ عَلَمِنَا أَنَّ فِي الْأَمْرَاضِ مَا يُنْقِضُهُ الصَّوْمُ - (تفسیر کبیر: ج ۵: ص ۱۸۴- دار احیاء التراث العربی بیروت)

ترجمہ: یہ کیا جانا کیسے ممکن ہے کہ ہر مرض میں رخصت ہے، باوجود اس کے کہ ہمارے علم میں ہے کہ بعض امراض میں روزہ رکھنے سے عافیت ملتی ہے اور روزہ نقصان نہیں دیتا۔

حاصل گفتگو یہ ہے کہ جب مرض شدید ہو یا شدید ہو جانے کا ڈر ہو جو کہ تجربہ کی روشنی میں حاصل ہوا ہو یا ماہر ڈاکٹر نے مشورہ دیا ہو تو روزہ چھوڑنے کی اجازت ہے۔ لیکن اگر ایسا مرض ہے جس میں روزہ رکھنے سے صحت کی علامتیں ظاہر ہوتی ہوں تو اس کو روزہ رکھنا لازم ہوگا۔ اس کی روشنی میں ذیابیطس (DIABETES) یعنی شوگر، یا سرطان (CANCER) وغیرہ کے مریضوں کو روزہ نہ رکھنے کی اجازت ہے۔ مگر ایسا مریض جس کا مرض منزمین یعنی طویل عرصہ یاد آگئی ہو تو اس کے لیے فدیہ کا حکم ہے۔ اور اگر ایسی

میں افطار کی اجازت ہے، مگر روزہ رکھنے پر قدرت ہو تو روزہ رکھنا بہتر ہے: فقہ حنفی کی معتمد و مشہور کتاب ہدایہ میں ہے:

وَإِنْ كَانَ مُسَافِرًا لَا يَسْتَهْرُ بِالصَّوْمِ فَصَوْمُهُ أَفْضَلُ وَإِنْ أَفْطَرَ جَازٍ - (ہدایہ اولین ج ۱ ص ۲۲۱ - اشرفی بکڈ پوڈیو بند)

اگر مسافر ہے، روزے سے اس کو نقصان نہیں تو روزہ رکھنا افضل ہے، اور اگر افطار کرے جائز ہے۔

ضروری اور اہم مسائل:

مسافر کو سفر میں کب افطار کی اجازت دی جائے گی فقہائے اسلام نے اس کو واضح فرمایا ہے کہ اگر کوئی شخص صبح صادق طلوع ہونے سے پہلے سفر شروع کر دے تو اس کو افطار کی اجازت ہوگی لیکن اگر صبح صادق کے بعد اس کا سفر شروع ہوا تو اس کو روزہ رکھنا ہوگا۔ امام اہل سنت سید اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان فرماتے ہیں:

جو اپنے گھر سے تین منزل کامل یا زیادہ کی راہ کا ارادہ کر کے چلے خواہ کسی اچھی نیت ست جانا ہو یا بری نیت سے، وہ جب تک مکان پلٹ کر نہ آجائے، یا بیچ میں کہیں ٹھہرنے کی جگہ پندرہ دن قیام کی نیت نہ کر لے مسافر ہے۔ ایسے شخص کو جس دن کی صبح صادق مسافرت کے حال میں آئے اس دن کا روزہ ناغہ کرنا اور پھر کبھی اس کی قضا رکھ لینا جائز ہے۔ (فتاویٰ رضویہ جدید: ج ۱ ص: ۳۴۷ - مسئلہ نمبر ۱۶۴ - مطبوعہ رضافاؤنڈیشن لاہور)

دور جدید میں سفری سہولتوں کی وجہ سے دورانیے سمٹ گئے ہیں لہذا صوم و افطار میں خاص کر توجہ کی ضرورت ہے۔

اگر کوئی شخص روزہ رکھ کر ہوائی جہاز سے سفر کر رہا ہو تو اس کے لیے افطار کا وقت وہی ہوگا جہاں سورج ڈوبنے کا ظن غالب ہو جائے گا۔ مثلاً کوئی ہیوسٹن سے مشرق کی جانب سفر کر رہا ہے، تو ایک تو یہ کہ اس کے سفر کا دورانیہ (DURATION) کم ہو جائے گا۔ کیوں کہ پرواز سورج کے سمت مخالف میں جاری ہے۔ اب فرض کیجئے اس کو سورج ڈوبنے کا ظن غالب چار گھنٹے کے بعد ہو گیا تو وہیں روزہ افطار کرے گا۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ثُمَّ آتِمُوا الصِّيَامَ إِلَى اللَّيْلِ - (البقرہ: ۱۸۷) پھر روزے کو رات تک مکمل کرو۔ بقیہ ص: ۱۲۰ پر

ہے۔ یہ بعض صحابہ و تابعین کا خیال ہے۔

(۳) ایک اور گروہ جس میں امام شافعی بھی ہیں، کا کہنا ہے کہ سفر میں روزہ رکھنا افضل ہے۔ (تفسیر کبیر)

(۴) ایک قول یہ بھی ہے جس کو بعض اہل علم نے بیان کیا کہ ”جب کسی نے سفر میں روزہ رکھا تو اقامت کی حالت میں اس کی قضا نہیں۔“ (تفسیر طبری)

یہاں چند احادیث ذکر کر کے ہم نفس مسئلہ کی طرف آئیں گے۔

احادیث مبارکہ:

(۱) حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: سفر میں روزہ رکھنا کوئی بھلائی نہیں ہے۔ (ابن ماجہ حدیث نمبر ۱۷۲۷ - ابواب ما جاء فی الصیام)

(۲) حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: سفر میں روزہ رکھنے والا ایسا ہی جیسے حضر (قیام) میں افطار کرنے والا۔ (ایضاً ص ۴۷۲ ج ۱۷۲۹)

(۳) حضرت عوام بن حوشب نے حضرت مجاہد سے پوچھا: سفر میں روزہ کا کیا حکم ہے؟ فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم روزہ بھی رکھتے اور افطار بھی کرتے۔ میں نے پوچھا آپ کو کیا پسند ہے؟ تو فرمایا کہ رخصت ہے مگر رمضان کا روزہ رکھنا مجھے پسند ہے۔ (تفسیر طبری، ج ۲، ص ۱۶۸، حدیث ۲۷۳۸ - مصر)

(۴) حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سفر کرتے تو ہم میں سے کچھ لوگ روزہ رکھتے کچھ نہیں رکھتے، تو نہ رکھنے والا روزہ دار پر کوئی عیب نہیں لگاتا، اور نہ ہی روزہ دار نہ رکھنے والے پر۔ جس کو رکھنے کی طاقت ہوتی وہ رکھتا یہی اچھا تھا، اور جو کمزور ہوتا افطار کرتا یہی اچھا تھا۔ (جامع ترمذی ص ۲۱۲ - ج ۱۳ - کتاب الصوم - دار احیاء التراث العربی بیروت)

(۵) حضرت سعید بن عمرو بنی تمیم کے ایک آدمی سے روایت کرتے ہیں، وہ اپنے والد سے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ایک شخص کو جس نے سفر میں روزہ رکھا، اس کو لوٹنے کا حکم دیا۔ (تفسیر طبری ج ۲ ص ۱۶۵ حدیث ۲۷۱۷ - مطبوعہ مصر)

ان احادیث مبارکہ کی روشنی میں یہ واضح ہو گیا کہ حالت سفر

## شرعی مسائل

## روزہ اور زکاة کے مسائل

از: مفتی فضل احمد مصباحی بنارس

## افطار کی دعا کب پڑھے؟

**سوال (۱):** دعائے افطار، افطار کے بعد پڑھی جائے یا پہلے واضح کریں؟

جواب: دعائے افطار فی الواقع افطار کے بعد ہے، پہلے نہیں۔ لہذا یہ دعا افطار کے بعد پڑھی جائے۔ ابوداؤد شریف میں ہے:

”عَنْ مَعَاذِ بْنِ زُهْرَةَ النَّابِغَةِ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ إِذَا أَفْطَرَ قَالَ اللَّهُمَّ لَكَ صُفْتُ وَعَلَى رِزْقِكَ أَفْطَرْتُ“ (ابوداؤد باب القول عند الافطار ص ۴۷۹)

ترجمہ: حضرت معاذ بن زہرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم افطار کے وقت یہ دعا پڑھتے اے اللہ میں نے تیری رضا کی خاطر روزہ رکھا اور تیرے رزق پر افطار کیا۔

اس حدیث میں ”أَفْطَرْتُ“ اپنے حقیقی معنی میں ہے۔ لہذا ”أَفْطَرْتُ“ سے ارادہ افطار مراد لینا معنی حقیقی سے بے ضرورت اعراض کرنا ہے اور یہ جائز نہیں۔

مرقاۃ المفاتیح میں ہے: ”(كَانَ إِذَا أَفْطَرَ قَالَ) أَيُّ دَعَا وَقَالَ ابْنُ الْمَلِكِ أَيُّ قَرَأَ بَعْدَ الْإِفْطَارِ“

ترجمہ: (جب افطار کرتے تو کہتے) یعنی دعا کرتے، ابن الملک نے کہا کہ افطار کے بعد یہ دعا پڑھتے تھے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

## حالت روزہ میں گل اور منجن لگانا

**سوال (۲):** روزہ کی حالت میں منجن اور گل کرنا کیسا ہے؟

جواب: روزہ کی حالت میں منجن اور گل کرنا ناجائز و حرام نہیں، جب

کہ اطمینان کافی ہو کہ اس کا کوئی جز حلق میں نہ جائے گا، مگر بلا ضرورت ایسا کرنا مکروہ ہے۔

در مختار میں ہے: ”كُتِبَ لَهُ ذَوْقُ شَيْءٍ“ (در مختار ج ۳ ص ۴۵۳) روزے دار کو کسی چیز کا چکھنا مکروہ ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

## کیا انجکشن سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے؟

**سوال (۳):** انجکشن سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے؟ یا مکروہ ہو جاتا ہے یا کوئی کراہت نہیں؟

جواب: انجکشن خواہ رگوں میں لگایا جائے یا گوشت میں، اس سے روزہ فاسد نہ ہوگا۔ اس لیے کہ مفسد صوم وہ دوا یا غذا ہے جو منافذ اصلیہ یا غیر اصلیہ کے ذریعہ دماغ یا معدہ تک پہنچے اور اگر مسامات کے ذریعہ کوئی چیز دماغ یا معدہ تک پہنچے تو اس سے روزہ فاسد نہیں ہوتا اور ظاہر ہے کہ انجکشن کے ذریعہ جسم میں جو سوراخ ہوتا ہے، وہ مفسد نہیں، مصنوعی مسام (سوراخ) ہے۔ لہذا انجکشن سے روزہ فاسد نہ ہوگا اور روزہ کی حالت میں انجکشن لگانا طبی نقطہ نظر سے ضروری ہو تو کراہت بھی نہیں۔

بدائع میں ہے: ”وَمَا وَصَلَ إِلَى الْجَوْفِ أَوْ إِلَى الدِّمَاغِ مِنَ الْمَخَارِقِ الْأَصْلِيَّةِ كَالْأَنْفِ وَالْأُذُنِ وَالذُّبُرِ بَأَنِّ اسْتَعْطَأَ أَوْ اخْتَفَنَ أَوْ أَفْطَرَ فِي أُذُنِهِ فَوَصَلَ إِلَى الْجَوْفِ أَوْ إِلَى الدِّمَاغِ أَمَا إِذَا وَصَلَ إِلَى الْجَوْفِ فَلَا شَكَّ فِيهِ لَوْجُودِ الْأَكْلِ مِنْ حَيْثُ الصُّورَةُ وَكَذَا إِذَا وَصَلَ إِلَى الدِّمَاغِ“

تک پہنچنا غیر منافذ اصلیہ کے ذریعہ بھی ظاہر و واضح ہے، اس لیے ظاہر پر حکم کی بنا کرتے ہوئے فساد صوم کا حکم دیا جائے گا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

### روزہ اور ناپاکی

**سوال (۴):** کیا ناپاک رہنے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے؟  
جواب: ناپاک رہنے سے روزہ نہیں ٹوٹتا، اگرچہ شام تک نہ نہائے۔ البتہ ترک نماز کی وجہ سے سخت گناہ کبیرہ کا مرتکب ہوگا۔  
مراقی الفلاح میں ہے: «أَوْ أَصْبَحَ جُنُبًا وَلَوْ اسْتَمَرَّ عَلَىٰ حَالَتِهِ يَوْمًا أَوْ أَيَّامًا لِقَوْلِهِ تَعَالَىٰ "فَالْتَنَ بِأَشْرَوْهِنَّ" لَا سِتْلَازِمَ جَوَازِ الْمُبَاشَرَةِ إِلَىٰ قُبَيْلِ الْفَجْرِ وَقَوْعُ الْفِعْلِ بَعْدَ ضَرُورَةٍ وَقَوْلُهُ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَىٰ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "وَأَنَا أَصْبَحُ جُنُبًا وَأَنَا أُرِيدُ الصِّيَامَ وَاعْتَسِلُ وَأَصُومُ" (مراقی الفلاح ص ۳۶۲)

ترجمہ: یا کسی نے حالت جب میں صبح کی، اگرچہ وہ اسی حالت میں ایک دن یا کئی دن رہا ہو، کیوں کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ”اب تم مباشرت کر سکتے ہو“ اس بات کا متقاضی ہے کہ فجر سے تھوڑا سا پہلے تک مباشرت جائز ہو، اور اس کے بعد غسل لازم ہو، اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد ”میں نے حالت جنابت میں صبح کی ہے اور میں روزے کا ارادہ رکھتا ہوں، میں غسل کروں گا اور روزہ رکھوں گا“۔  
بحر الرائق میں ہے: ”أَصْبَحَ جُنُبًا لَا يَضُرُّهُ كَذًا فِي الْمُحِيطِ“ (البحر الرائق ج ۲ ص ۲۷۳)

اگر کسی نے حالت جب میں صبح کی تو نقصان دہ نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم  
روزے کا کفارہ

### سوال (۵): روزے کا کفارہ کیا ہے؟

جواب: روزے کا کفارہ اولاً غلام آزاد کرنا ہے، اس کی استطاعت نہ ہو تو دو مہینے مسلسل روزہ رکھنا ہے۔ اگر اس کی بھی استطاعت نہ ہو تو ساٹھ مسکین کو کھانا کھلانا ہے۔ روزہ کے کفارے کا حکم حدیث مشہور سے ثابت ہے۔

رد المحتار میں ہے: ”(قَوْلُهُ كَغَفَّارَةِ الْمُظَاهِرِ) أَيِ مِثْلِهَا فِي

لَإِنَّ لَهُ مَنْفَعًا إِلَى الْجَوْفِ فَكَانَ مَنْزِلَةً زَاوِيَةً مِنْ زَوَايَا الْجَوْفِ وَأَمَّا مَا وَصَلَ إِلَى الْجَوْفِ أَوْ إِلَى الدَّمَغِ مِنْ غَيْرِ الْمَخَارِقِ الْأَصْلِيَّةِ بَأَن دَاوَى الْجَائِفَةَ وَالْأَمَةَ فَإِنَّ دَاوَاهَا بِدَوَاءٍ يَابِسٍ لَا يَفْسُدُ لِأَنَّهُ لَمْ يَصِلْ إِلَى الْجَوْفِ وَلَا إِلَى الدَّمَغِ وَلَوْ عَلِمَ أَنَّهُ وَصَلَ يَفْسُدُ فِي قَوْلِ أَبِي حَنِيفَةَ وَإِنَّ دَاوَاهَا بِدَوَاءٍ رَطْبٍ يَفْسُدُ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ وَعِنْدَهُمَا لَا يَفْسُدُ إِعْتِبَارًا الْمَخَارِقِ الْأَصْلِيَّةِ لِأَنَّ الْوُصُولَ إِلَى الْجَوْفِ مِنَ الْمَخَارِقِ الْأَصْلِيَّةِ مُتَيَقِّنٌ بِهِ وَمِنْ غَيْرِهَا مَشْكُوكٌ فِيهِ فَلَا نَحْكُمُ بِالْفَسَادِ مَعَ الشَّكِّ وَلَا بِأَبِي حَنِيفَةَ إِنَّ الدَّوَاءَ إِذَا كَانَ رَطْبًا فَالظَّاهِرُ هُوَ الْوُصُولُ لَوْجُودِ الْمَنْفَعَةِ إِلَى الْجَوْفِ فَيَبْنَى الْحُكْمُ عَلَى الظَّاهِرِ“ (بدائع الصنائع ج ۲ ص ۱۴۰)

ترجمہ: جو کچھ جوف یا دماغ تک منافذ اصلیہ مثلاً کان، ناک یا شرمگاہ کے ذریعہ پہنچے بایں معنی کہ اس نے ناک میں دوا چڑھائی یا سمجھنے لگوایا یا کان میں دوا ڈالی اور دوا معدہ یا دماغ تک پہنچ گئی تو جو معدہ تک پہنچ گئی اس کے مفسد صوم ہونے میں کوئی شک نہیں کہ صورت اکل پانی گئی۔ یوں ہی اگر دماغ تک پہنچ گئی تو بھی روزہ فاسد ہو جائے گا کہ دماغ کا معدہ سے گہرا تعلق ہے تو وہ معدہ ہی کا ایک حصہ ہے۔ اور جوشی معدہ یا دماغ تک غیر منافذ اصلیہ کے ذریعہ پہنچی مثلاً سر یا شکم کے گہرے زخم میں خشک دوا ڈالی تو فساد صوم کا حکم نہ ہوگا کہ وہ دوا دماغ یا معدہ تک نہ پہنچی اور اگر یہ یقین ہو جائے کہ دوا دماغ یا معدہ تک پہنچ گئی تو قول امام پر روزہ فاسد ہوگا اور اگر ان زخموں میں تر دوا ڈالی تو مذہب امام اعظم پر روزہ فاسد ہوگا جب کہ صاحبین کے نزدیک دونوں صورتوں میں روزہ فاسد نہ ہوگا۔ صاحبین کی دلیل یہ ہے کہ معدہ یا دماغ تک منافذ اصلیہ کے ذریعہ کسی چیز کا پہنچنا چونکہ متیقن ہے اس لیے فساد صوم کا حکم ہوگا اور غیر منافذ اصلیہ کے ذریعہ پہنچنا مشکوک ہے لہذا شک کی وجہ سے فساد صوم کا حکم نہ ہوگا۔ اور امام اعظم کے نزدیک تر دوا کا معدہ یا دماغ

ملا تو وہ اسی مال سے کفارہ ادا کرے گا۔ اس لیے کہ وہ مال پر قدرت والا ہو گیا اور اس میں اشارہ اس بات کی طرف ہے کہ اعسار (تنگ دستی) کفارہ کو ذمہ سے ساقط نہ کرے گا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

### زکوٰۃ کے مسائل

#### زکاۃ کب واجب ہوتی ہے؟

**سوال (۱):** زکوٰۃ کب واجب ہوتی ہے؟ اور کب واجب الادا ہوتی ہے؟

جواب: جب کوئی شخص کامل نصاب کا مالک ہو تو زکوٰۃ واجب ہو جاتی ہے یعنی نفس وجوب ذمہ سے متعلق ہو جاتا ہے، مگر واجب الادا اس وقت ہوتی ہے جب حوالان حول ہو جائے۔

درمختار میں ہے: ”وَسَبَبُهُ أَيْ سَبَبُ افْتِرَاضِهَا مِنْكَ بِصَافٍ حَوْلٍ تَامٍ“ (درمختار علیٰ حاشیہ رد المحتار ج ۳ ص ۲۰۸، ۲۰۹)

ترجمہ: (اور اس کا سبب) یعنی زکوٰۃ کی فرضیت کا سبب ایسے کامل نصاب کا مالک ہونا ہے، جس پر سال گزر جائے۔

محیط برہانی میں ہے: ”قَالَ الْمُحَقِّقُونَ مِنْ مَشَائِخِنَا سَبَبٌ وَجُوبٌ أَصْلُهَا فِي الذِّمَّةِ الْمَالِ غَيْرُ أَنْ مُطْلَقُ الْمَالِ لَيْسَ بِسَبَبٍ إِنَّمَا السَّبَبُ الْمَالُ النَّامِي“۔

ترجمہ: ہمارے محققین مشائخ نے فرمایا کہ زکوٰۃ کے وجوب فی الذمہ کا اصل سبب مال ہے، مگر مطلق مال سبب نہیں، بلکہ سبب مال نامی ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

#### زکوٰۃ واجب ہونے کی شرط

#### سوال (۲): زکوٰۃ کس پر واجب ہوتی ہے؟

جواب: زکوٰۃ آزاد عاقل بالغ مسلمان پر واجب ہوتی ہے۔ درمختار میں ہے: ”وَشَرُطُ افْتِرَاضِهَا عَقْلٌ وَبُلُوغٌ وَإِسْلَامٌ وَحُرِّيَّةٌ“ (درمختار علیٰ حاشیہ رد المحتار ج ۳ ص ۲۰۷)

ترجمہ: زکوٰۃ کے فرض ہونے کی شرط عقل، بلوغ، اسلام اور حریت (آزادی) ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

السُّرْيَبِ فَيَعْتَقُ أَوْ لَا فَإِنْ لَمْ يَجِدْ صَامَ شَهْرَيْنِ مُتَتَابِعَيْنِ فَإِنْ لَمْ يَسْتَطِعْ أَطْعَمَ سِتِّينَ مِسْكِينًا لِحَدِيثِ الْأَعْرَابِيِّ الْمَعْرُوفِ فِي الْكُتُبِ السَّنَةِ“ (رد المحتار ج ۳ ص ۴۴۷)

ترجمہ: (مصنف کا قول کہ رمضان میں روزہ قصد آتوڑ دینے کا کفارہ مظاہر کے کفارہ کی طرح ہے) یعنی جو ترتیب کفارہ ظہار میں ہے، وہی ترتیب یہاں بھی ہے کہ اولاً غلام آزاد کرے گا، اگر اس کی استطاعت نہ ہو تو دو مہینے مسلسل روزے رکھے گا، اگر اس کی بھی استطاعت نہ ہو تو ساٹھ مسکین کو کھانا کھلائے گا۔ اعرابی کی اس حدیث کی وجہ سے جو صحاح ستہ کی کتابوں میں معروف ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

#### کفارہ کی قدرت نہ ہو تو کیا کرے؟

**سوال (۶):** کفارہ کی صورتوں میں سے کسی صورت کی استطاعت نہ رکھتا ہو تو کیا حکم ہے؟ کیا معاف ہے؟

جواب: اگر کسی طرح بھی کفارہ ادا کرنے کی استطاعت نہ ہو، نہ ہی وہ غلام آزاد کر سکتا ہو، نہ ہی مسلسل ساٹھ روزے رکھ سکتا ہو، اور نہ ہی ساٹھ مسکین کو کھانا کھلانے کی استطاعت ہے تو کفارہ اس کے ذمے سے ساقط نہ ہوگا۔ جب بھی استطاعت ہوگی، کفارہ ادا کرنا لازم ہوگا۔

امام بدرالدین عینی فرماتے ہیں: ”هَذَا بَابٌ يُذَكِّرُ فِيهِ إِذَا جَامَعَ الصَّائِمُ فِي نَهَارٍ رَمَضَانَ غَائِمًا وَالْحَالُ أَنَّهُ لَمْ يَكُنْ لَهُ شَيْءٌ يَعْتَقُ بِهِ وَلَا شَيْءٌ يُطْعَمُ بِهِ وَلَا لَهُ قُدْرَةٌ يَسْتَطِيعُ الصِّيَامَ بِهَا ثُمَّ تَصَدَّقَ عَلَيْهِ بِقَدْرِ مَا يُجْزِيهِ فَلْيُكْفَرْ بِهِ لِأَنَّهُ صَارَ وَاجِدًا بِهِ وَفِيهِ إِشَارَةٌ إِلَى أَنَّ الْأَعْسَارَ لَا يُسْقِطُ الْكُفَّارَةَ عَنْ ذِمَّتِهِ“ (عمدة القاری ج ۱ ص ۴۱۷)

ترجمہ: یہ ایک ایسا باب ہے، جس میں مذکور ہے کہ روزہ دار رمضان کے دن میں قصد اجتماع کر لے اور اس کے پاس نہ غلام آزاد کرنے کی استطاعت ہو، اور نہ کھانا کھلانے کی اور نہ ہی اتنی قدرت ہو کہ وہ ساٹھ روزہ رکھ سکے، پھر اسے کفارہ کی ادائیگی کی مقدار صدقہ کا مال



راہ خدا میں خرچ کرنا زکوٰۃ ہے یا نہیں؟

**سوال (۳):** بعض لوگ فقیروں، مسکینوں، مسجدوں اور مدرسوں میں یوں ہی خرچ کر دیتے ہیں اور باقاعدہ زکوٰۃ نہیں نکالتے تو کیا یہ صحیح ہے؟

جواب: جو لوگ فقیروں کو مال دیتے رہتے ہیں اور دیتے وقت ادائیگی زکوٰۃ کی نیت کر لیتے ہیں تو ان کی زکوٰۃ ادا ہو جاتی ہے۔ البتہ یہ ضروری ہے کہ جتنی زکوٰۃ واجب ہو، حساب کر کے اتنے کی زکوٰۃ نکال دے۔ اگر یوں ہی زکوٰۃ دیتے رہے اور مقدار زکوٰۃ پوری ہوگئی تو بری الذمہ ہو جائے گا، تاہم مساجد اور مدارس میں براہ راست مال زکوٰۃ صرف کرنے سے زکوٰۃ ادا نہیں ہوگی کہ زکوٰۃ کی ادائیگی کے لیے تملیک فقیر (حاجت مند کو مالک بنانا) شرط ہے یا تو خود حیلہ شرعی کرا لے یا ذمہ داران مساجد و مدارس اس بات کا اہتمام کریں کہ حیلہ شرعی کے بعد رقم ان میں صرف کریں تو زکوٰۃ دہندہ کی زکوٰۃ ادا ہو جائے گی، ورنہ نہیں۔ فتاویٰ رضویہ میں ہے۔ ”زکوٰۃ دہندہ نے اگر زر زکوٰۃ مستحق زکوٰۃ کو دے کر اس کی تملیک کر دی تو اب اسے اختیار ہے جہاں چاہے صرف کرے کہ زکوٰۃ اس کی تملیک سے ادا ہوگئی۔“ (فتاویٰ رضویہ ج ۱۰ ص ۲۶۷)

ہندیہ میں ہے: ”وَكَذَلِكَ فِي جَمِيعِ أَبْوَابِ الْبِرِّ الَّتِي لَا يَقَعُ بِهَا التَّمْلِيكُ كَعِمَارَةِ الْمَسَاجِدِ وَبِنَاءِ الْقَنَاطِرِ وَالرَّبَاطَاتِ لَا يَجُوزُ صَرْفُ الزَّكَاةِ إِلَى هَذِهِ الْأُجُوهِ وَالْحِيلَةُ أَنْ يَتَصَدَّقَ بِمَقْدَارِ زَكَاةٍ عَلَى فَقِيرٍ ثُمَّ يَأْمُرُهُ بَعْدَ ذَلِكَ بِالصَّرْفِ إِلَى هَذِهِ الْأُجُوهِ فَيَكُونُ لِلْمُتَصَدِّقِ ثَوَابُ الصَّدَقَةِ وَلِلذَلِكَ الْفَقِيرِ ثَوَابُ بِنَاءِ الْمَسْجِدِ وَالْقَنْطَرَةِ“ (ہندیہ ج ۶ ص ۳۹۵)

ترجمہ: اسی طرح ان تمام نیک کاموں میں زر زکوٰۃ صرف کرنا جن میں تملیک فقیر نہیں ہوتی، جیسے مسجدوں کی تعمیر، پلوں اور

مسافر خانہ کی بنا، ان نیک کاموں میں براہ راست زکوٰۃ کا مال صرف کرنا جائز نہیں اور حیلہ یہ ہے کہ مقدار زکوٰۃ کا مال فقیر کو صدقہ کر دے، پھر فقیر کو حکم دے کہ وہ ان نیک کاموں میں اس رقم کو صرف کر دے تو زکوٰۃ دہندہ کو زکوٰۃ کی ادائیگی کا ثواب مل جائے گا اور فقیر کو مسجد اور پل بنانے کا ثواب مل جائے گا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسجد میں مال زکوٰۃ خرچ کرنے کا حکم

**سوال (۴):** زکوٰۃ کا پیسہ مسجد میں لگا سکتے ہیں یا نہیں؟

جواب: زکوٰۃ کا پیسہ براہ راست مسجد میں نہیں لگا سکتے اور بعد حیلہ شرعی جائز ہے۔ حیلہ کی تفصیل سوال نمبر ۳ کے جواب کے تحت مذکور ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

والدین یا اولاد پر اپنی زکوٰۃ خرچ کرنا

**سوال (۵):** زکوٰۃ کا پیسہ اپنی اولاد یا ماں باپ پر خرچ کر سکتے ہیں یا نہیں؟

جواب: زکوٰۃ کی رقم اپنی اولاد اور ماں باپ پر خرچ نہیں کر سکتے، ان کو زکوٰۃ کی رقم دینے سے زکوٰۃ ادا نہ ہوگی۔

در مختار میں ہے: ”وَلَا إِلَى مَنْ بَيْنَهُمَا وَلَا ذَا“ اور نہ انہیں زکوٰۃ کا مال دیا جائے گا، جن دونوں کے درمیان رشتہ ولادت ہے۔

رد المحتار میں ہے: ”أَيُّ أَصْلُهُ وَإِنْ عُلَا كَأَبَوَيْهِ وَأَجْدَادِهِ وَجَدَّاتِهِ مِنْ قَبْلِهِمَا وَفَرْعِهِ وَإِنْ سَفَلَ“ (رد المحتار ج ۳ ص ۳۴۴)

ترجمہ: یعنی مال زکوٰۃ اصول کو نہیں دے سکتے اگرچہ اوپر کے درجے کے ہوں مثلاً ماں باپ، دادا دادی، نانا نانی، اور فروغ کو بھی نہیں دے سکتے، اگرچہ نیچے کے درجے کے ہوں مثلاً بیٹا بیٹی پوتا پوتی نواسا نواسی۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

فضل احمد مصباحی مدرسہ نیا العلوم بنارس

موبائل: 07905722017

## بحث و تحقیق

## رئیس المنافقین عبداللہ بن ابی کی نماز جنازہ اسباب و علل

معتبر تفاسیر اور مستند احادیث کی روشنی میں

محمد مبشر رضا از ہرمصباحی، نوری

المنافقین عبداللہ بن ابی سلول کی نماز جنازہ کیسے پڑھائی اور کفن کے لیے اپنی قمیص مبارکہ عطا فرمائی اور یہ صحیح حدیث سے ثابت ہے۔

رئیس المنافقین عبداللہ بن ابی سلول کون تھا؟ یہ بنو حبلہ کا سردار اور یثرب کا بااثر آدمی تھا، حضور ﷺ ہجرت کر کے اگر مدینہ تشریف نہ لاتے تو عبداللہ بن ابی سلول بادشاہ بن جاتا، حضور ﷺ کی آمد اس کے لیے ایک ایسا لمحہ فکریہ تھا کہ اس کے حق میں نفاق کا مرض بن گیا، بظاہر وہ مسلمان ہو گیا تھا لیکن در پردہ حضور ﷺ اور مسلمانوں کے خلاف سازشیں رچتا تھا، اسی لیے اسے رئیس المنافقین کہا جاتا تھا۔ لیکن جب یہ مرا تو حضور ﷺ نے اس کی نماز جنازہ پڑھی۔ یہاں یہ بات یاد رہے کہ عبداللہ بن ابی سلول کے بیٹے کا نام بھی عبداللہ تھا جو جاں نثار صحابی تھے اور حضور ﷺ سے بے پناہ محبت و عقیدت رکھتے تھے تفصیل ملاحظہ فرمائیں۔

صحیحین میں ہے: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ جب عبداللہ بن ابی بن سلول مر گیا تو اس کے بیٹے عبداللہ بن عبداللہ بن ابی رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گئے اور آپ سے سوال کیا کہ آپ اپنی قمیص اس کو عطا فرمائیں، جس میں وہ اپنے باپ کو کفن دیں، آپ نے ان کو وہ قمیص عطا کی، پھر یہ سوال کیا کہ آپ اس پر نماز جنازہ پڑھیں، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس پر نماز جنازہ پڑھنے کے لیے کھڑے ہوئے، حضرت عمر نے کھڑے ہو کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا دامن

آج کل دہائس ایپ WhatsApp اور فیس بک Facebook پر ایک سوال گردش کرتا ہے کہ رئیس المنافقین عبداللہ بن ابی سلول کا نفاق بہت مشہور تھا اس کے باوجود حضور ﷺ نے اس کی عیادت کی، کفن کے لیے اس کو اپنی قمیص مبارکہ عطا کیا اور مرا تو اس کی نماز جنازہ پڑھائی۔ یہ سوال کسی بد مذہب نے اپنے مرنے پر سنی صحیح العقیدہ مسلمانوں سے اپنی نماز جنازہ پڑھوانے کا جواز تلاش کروانے کے لیے ڈالا ہے یا کسی ناواقف شخص نے حقیقت معاملہ سے آگاہی کے لیے پیش کیا ہے، بہر حال آئیے منافق کی نماز جنازہ اور مذکورہ واقعہ کے اسباب و علل تفاسیر و احادیث کے تناظر میں ملاحظہ فرمائیں!

دیدہ و دانستہ کسی بد مذہب کی بدعتیہ کی پر مطلع ہو کر ایصال ثواب کرنا حرام ہے، بلکہ اگر بد مذہب کی بد مذہبی حد کفر تک پہنچ چکی ہے اور اس کے کفر پر مطلع ہے تو اسے مسلمان جان کر ایصال ثواب یا دعاے مغفرت کرنا صرف حرام ہی نہیں بلکہ کفر بھی ہے کہ نصوص قطعہ کو باطل ٹھہرانا ہے۔

اللہ تبارک و تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے ”لا اخلاق لہم فی الآخرة“ (آل عمران ۷۷) یعنی آخرت میں ان کا کچھ حصہ نہیں (کنز الایمان،)

قرآن کریم نے واضح طور پر بیان فرمادیا کہ کفار کے لیے آخرت میں کوئی حصہ نہیں ہے پھر بھی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے رئیس

ان میں سے کسی کے میت پر کبھی نماز نہ پڑھیں اور نہ کبھی ان میں سے کسی کی قبر پر کھڑے ہوں بے شک انھوں نے اللہ اور رسول کے ساتھ کفر کیا اور وہ نافرمان ہونے کی حالت میں مر گئے۔

(تفسیر قرطبی ج ۸ ص ۱۳۹/تفسیر المنارج ۱۰/۵۰۳)

معالم التنزیل فی التفسیر والتاویل میں ہے

قال عمر سمعت جابر بن عبد الله قال اُتني رسول الله ﷺ عبد الله بن أبي بن سلول بعد ما أدخل في حفرته، فأمر به فأخرج فوضعه على ركبتيه ونفث فيه من ريقه والبسه قميصه (معالم التنزيل في التفسير والتاويل ج ۳ ص ۵۵)

ترجمہ: جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس وقت تشریف لائے جب عبد اللہ بن ابی کو دفن کیا جا چکا تھا آپ ﷺ نے اسے نکالنے کا حکم دیا تو وہ باہر نکالا گیا آپ ﷺ نے اس کا سراپے گھٹنے پر رکھا اور اپنا لعاب اس کے منہ میں ڈالا اور اپنی قمیص اسے پہنائی۔

رئیس المنافقین عبد اللہ بن ابی سلول کی نماز جنازہ حضور ﷺ نے کیوں پڑھائی؟

سید العرب والعجم امام المرسلین خاتم النبیین محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، عبد اللہ بن ابی سلول کے احوال و کوائف سے بالیقین آگاہ تھے اور یہ جانتے تھے کہ یہ ہمارا دشمن ہے، لیکن اس کے باوجود حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نماز جنازہ پڑھائی اور اپنی مقدس قمیص عطا کیا، کیونکہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو یہ بھی معلوم تھا کہ اس کی نماز جنازہ پڑھانے سے اسے کچھ فائدہ تو نہیں ہوگا، لیکن اسلام کا بہت بڑا فائدہ ہوگا اور وہ یہ کہ اس عمل سے ہزاروں ہزار افراد مشرف بہ اسلام ہوں گے؛ نیز، عبد اللہ بن ابی سلول کے بیٹے حضرت عبد اللہ جو مخلص صحابی تھے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے کافی محبت رکھتے تھے ان کی دل جوئی بھی ہو جائے گی۔ اور دنیا نے اپنے سر کی آنکھوں سے دیکھا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اس عمل سے ہزاروں افراد دامن اسلام سے وابستہ ہو گئے۔

پکڑا اور کہا: یا رسول اللہ! کیا آپ اس کی نماز جنازہ پڑھ رہے ہیں۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس کی نماز جنازہ پڑھنے سے منع فرمایا ہے، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے اللہ تعالیٰ نے اختیار دیا ہے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا: تم ان کے لیے استغفار کرو یا استغفار نہ کرو، اگرچہ تم نے ان کے لیے ستر مرتبہ استغفار کرو، اور میں ستر مرتبہ سے زیادہ استغفار کروں گا، حضرت عمر نے کہا: وہ منافق ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی نماز جنازہ پڑھا دی، تب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: ان (منافقین) میں سے جو شخص بھی مرجائے آپ اس کی نماز جنازہ کبھی نہ پڑھائیں، اور نہ اس کی قبر پر کھڑے ہوں، (بخاری شریف رقم ۳۶۷۰/مسلم شریف رقم ۲۷۲۴۰۰/۲۷۷۷)

تفسیر قرطبی اور تفسیر المنارج میں ہے:

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ عبد اللہ بن ابی سلول جب فوت ہوا تو اس کے فرزند حضرت عبد اللہ بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس آئے تاکہ آپ اس کی نماز جنازہ پڑھائیں، آپ نے انھیں اپنی قمیص دے کر یہ فرمایا کہ اس میں اس کو دفن دیا جائے، پھر آپ اس کی نماز پڑھانے کے لیے کھڑے ہوئے حضرت عمر بن خطاب نے آپ کا دامن پکڑ کر کہا: آپ کس کی نماز پڑھا رہے ہیں۔ حالانکہ وہ منافق تھا اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو ان کے لیے استغفار کرنے سے منع فرمایا۔ آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے مجھے اختیار دیا ہے۔ اور فرمایا استغفر لہم اولاً تستغفر لہم ان تستغفر لہم سبعین مرة فلن يغفر الله لہم (سورہ توبہ آیت ۸۰) آپ ان کے لیے استغفار کریں یا ان کے لیے استغفار نہ کریں، اگر آپ ان کے لیے ستر بار استغفار کریں تب بھی اللہ ان کو نہیں بخشے گا، آپ نے فرمایا: میں ستر بار سے زیادہ استغفار کروں گا پھر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس کی نماز جنازہ پڑھائی اور ہم نے آپ کے ساتھ اس کی نماز جنازہ پڑھی، پھر آپ پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی ”ولا تصل علی احد منہم مات ابدا ولا تقم علی قبرہ انہم کفروا باللہ ورسولہ وماتوا وھم فاسقون“ (سورہ توبہ ۸۴) اور آپ

کر سکتی،،۔ اسی زعم کی وجہ سے عبداللہ بن ابی نے مرنے سے پہلے وصیت کی تھی کہ مجھے حضور ﷺ کی قمیص میں کفن دیا جائے جیسا کہ تفسیر ابن کثیر میں ہے کہ:

ایک دوسری روایت میں آتا ہے کہ اس منافق نے یہ بھی وصیت کی تھی کہ مجھے حضور ﷺ کی قمیص میں کفن دیا جائے۔ چنانچہ حضور ﷺ نے اس کی جنازہ پڑھائی اور اپنی قمیص اتار کر اسے پہنا دی (ج ۲، ص ۶۳۶ زیر آیت سورہ توبہ آیت ۸۴) شارح بخاری علامہ شہاب الدین قسطلانی ارشاد الساری میں فرماتے ہیں:

قال: وما يغني عنه قميصي من الله واني لارجو أن يسلم بذلك الف من قومه، وقد روى ان الفامن الخزرج اسلموا لما رأوه يستشفى بثوبه ويتوقع اندفاع العذاب عنه به. (ارشاد الساری ج ۱۰ / ص ۲۶۷) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میری قمیص اللہ کے عذاب کو دور نہیں کر سکتی، لیکن یہ امید کرتا ہوں کہ اس کی قوم کے ایک ہزار آدمی اسلام میں داخل ہو جائیں گے۔ مروی ہے کہ خزرج کے ایک ہزار آدمی اسلام میں داخل ہو گئے جب انہوں نے دیکھا کہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی قمیص سے شفاء حاصل کر رہا ہے اور اس سے عذاب الہی سے بچنے کی امید کرتا ہے۔

امام ابو منصور محمد بن محمد بن محمود ماتریدی بھی یہی فرماتے ہیں: وروی فی بعض الاخبار انه صلی علیہ، والبسه قميصه، فقیل له: تلبس عدو الله قميصك فقال: انی لارجو ان يسلم بقميصي من بنی الخزرج الف، فذكر انه لما فعل ذلك اسلم الف رجل من المنافقين. (تأویلات اهل السنة تفسیر الماتریدی ۵ / ۴۴۰)

ترجمہ: حدیث شریف میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے عبد اللہ بن ابی کی نماز جنازہ پڑھائی اور اپنی قمیص مبارکہ کفن کے لیے عطا فرمایا تو صحابی رسول ﷺ نے عرض کیا کہ آپ اللہ کے دشمن کو اپنی

اور دوسری وجہ یہ تھی اس وقت تک منافق کی نماز جنازہ پڑھنے کی ممانعت نازل نہیں ہوئی تھی جب آیت کریمہ ولا تصلحوا ان تزل ہوئی تو اس کے بعد پھر حضور ﷺ نے کبھی کسی منافق کی نماز جنازہ نہیں پڑھی۔

امام بغوی تفسیر بغوی میں نقل فرماتے ہیں:

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ بدر کے دن قیدیوں اور عباس کو لایا گیا، عباس کے اوپر کوئی کپڑا نہیں تھا، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے لیے قمیص کو دیکھا تو صرف عبداللہ بن ابی کی قمیص ان کے ناپ کی تھی، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ قمیص ان کو پہنا دی، اسی وجہ سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی قمیص اتار کر عبداللہ بن ابی کو پہنائی تھی۔ ابن عیینہ نے کہا: عبداللہ بن ابی کا نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر احسان تھا، آپ نے اس کے احسان کا بدلہ اتارنا پسند کیا۔ مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو دریافت کیا گیا کہ عبداللہ بن ابی نے کیا کیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میری قمیص اور میری نماز اس سے اللہ کے عذاب کو دور نہیں کر سکتی، بخدا میں یہ امید کرتا ہوں کہ اس کی قوم کے ایک ہزار آدمی اسلام میں داخل ہو جائیں گے۔ مروی ہے کہ اس کی قوم کے ایک ہزار آدمی اسلام میں داخل ہو گئے جب انھوں نے دیکھا کہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی قمیص سے تبرک حاصل کر رہا ہے۔ (تفسیر بغوی ج ۲ ص ۳۱۷)

حدیث شریف میں مذکور ہے کہ ”وہ (عبداللہ بن ابی) نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی قمیص سے تبرک حاصل کر رہا ہے،،۔ یعنی حضور ﷺ کی قمیص کی برکت سے اس کے عذاب میں تخفیف ہو رہی ہے حالانکہ منافق کے لیے جب آخرت میں نفع ہی نہیں ہے تو وہ کیسے تبرک حاصل کریگا اور اس کے عذاب میں تخفیف کیسے ہوگی؟

اس کا مختصر جواب یہ ہے کہ حدیث پاک میں تبرک سے تعبیر منافقین کے زعم کے اعتبار سے ہے کیوں کہ ان کے زعم میں یہ تھا کہ جس طرح اہل ایمان کو ملبوسات نبی ﷺ سے نفع حاصل ہوگا اسی طرح انہیں بھی حاصل ہوگا۔ حالانکہ حضور ﷺ نے پہلے ہی یہ فرمادیا تھا کہ ”میری قمیص اور میری نماز اس سے اللہ کے عذاب کو دور نہیں

قیس پہنار ہے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بخدا میں یہ امید کرتا ہوں کہ اسے میری قیص دینے کی وجہ سے بنی خزرج کے ایک ہزار آدمی اسلام میں داخل ہو جائیں گے۔ مروی ہے کہ اس عمل کی وجہ سے ایک ہزار منافقین اسلام میں داخل ہو گئے۔

صدرالافاضل علامہ سید نعیم الدین مراد آبادی فرماتے ہیں: عبد اللہ بن ابی سلول منافقوں کا سردار تھا جب وہ مر گیا تو اس کے بیٹے جو مسلمان صارح مخلص صحابی اور کثیر العبادات تھے انھوں نے یہ خواہش کی کہ سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان کے باپ عبد اللہ بن ابی سلول کو کفن کے لیے اپنی قیص مبارکہ عنایت فرمادیں اور اس کی نماز جنازہ پڑھا دیں۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی رائے اس کے خلاف تھی، لیکن چونکہ اس وقت تک اس کی ممانعت نہیں ہوئی تھی اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو معلوم تھا کہ آپ کا یہ عمل ایک ہزار آدمیوں کے ایمان لانے کا باعث ہوگا، اس لیے حضور نے اپنی قیص بھی عنایت فرمائی اور جنازہ میں شرکت بھی کی قیص دینے کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے چچا حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو بدر میں اسیر ہو کر آئے تھے تو عبد اللہ بن ابی سلول نے اپنا کرتا انھیں پہنایا تھا، حضور کو اس کا بدلہ کر دینا بھی منظور تھا۔ اس پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی اور اس کے بعد پھر کبھی سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کسی منافق کے جنازہ کی شرکت نہ فرمائی اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی وہ مصلحت بھی پوری ہوئی، چنانچہ جب کفار نے دیکھا کہ ایسا شدید العداوت شخص جب سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے کرتے سے برکت حاصل کرنا چاہتا ہے تو اس کے عقیدے میں بھی آپ اللہ تعالیٰ کے حبیب اور اس کے سچے رسول ہیں یہ سوچ کر ہزار کافر مسلمان ہو گئے۔ (خزان العرفان، سورہ توبہ، ۸۳)

اعلیٰ حضرت عظیم البرکت امام احمد رضا خان فاضل بریلوی اپنی کتاب فتاویٰ رضویہ میں رقم طراز ہیں:

”بلکہ صحاح ستہ سے ثابت کہ جب عبد اللہ بن ابی منافق کہ سخت دشمن حضور سید المجاہدین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تھا۔ جس نے وہ کلمہ ملعونہ لُسن رجعنا الی المدینة، کہا: جہنم واصل ہوا، حضور

پر نور حلیم غیور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس کے بیٹے حضرت عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ابن عبد اللہ بن ابی کی درخواست سے کہ صحابی جلیل ومومن کامل تھے۔ اس کے کفن کے واسطے اپنا قیص مقدس عطا فرمایا، پھر اس کی قبر پر تشریف فرما ہوئے۔ لوگ اسے رکھ چکے تھے حضور طیب و طاہر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس غبیث کو نکلا کر لعاب دہن اقدس اس کے بدن پر ڈالا اور قیص مبارک میں کفن دیا اور یہ بدلہ اس کا تھا کہ روز بدر جب سیدنا عباس بن عبد المطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہما گرفتار آئے برہنہ تھے بوجہ طول قامت کسی کا کرتہ ٹھیک نہ آتا اس مروک نے انہیں اپنا قیص دیا تھا حضور عزیز غیور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نہ چاہا کہ منافق کا کوئی احسان حضور کے اہل بیت کرام پر بے معاوضہ رہ جائے۔ لہذا اپنے دو قیص مبارک اسکے کفن میں عطا فرمائے۔ دینے مڑتے (وقت) وہ ریا کار نفاق شعار خود عرض کر گیا تھا کہ حضور مجھے اپنے قیص مبارک میں کفن دیں پھر اسکے بیٹے حضرت عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے درخواست کی اور ہمارے کریم علیہ افضل الصلاۃ والتسلیم کا داب قدیم ہے کہ کسی کا سوال رد نہیں فرماتے ”یا رسول اللہ، یا کریم، یا رءوف، یا رحیم اسئالک الشفاعة عند المولی العظیم والوقایة من نار الجحیم والامان من کل بلاء الیم لی ولکل من امن بک وبکتا بک الحکیم علیک من ولاک افضل الصلاۃ واکمل التسلیم،، پھر حکمت الہی اس عطائے بے مثال میں یہ ہوئی کہ حضور رحمۃ اللعالمین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی یہ شان رحمت دیکھ کر کہ اپنے کتنے بڑے دشمن کو کیسا نواز اسے ہزار آدمی قوم ابن ابی سے مشرف بہ اسلام ہوئے کہ واقعی یہ حلیم ورحمت و غفور مغفرت نبی برحق کے سوا دوسرے سے متصور نہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلی آلہ وصحبہ اجمعین وبارک وسلم۔ (فتاویٰ رضویہ، ج ۴، ص ۱۳۰)

علامہ ابن حجر عسقلانی فتح الباری میں تفصیل جواب رقم فرماتے ہیں:

ترجمہ: حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یقین سے کہا کہ ابن ابی سلول منافق ہے ان کا یہ یقین، چونکہ ابن ابی سلول کے ظاہر حال کی

(جنازہ پڑھانے سے عبداللہ بن ابی سلول کو کچھ فائدہ تو نہ ہوا، لیکن جنازہ پڑھانے کی وجہ سے بے شمار افراد دامن اسلام میں سمٹ آئے۔ جیسا کہ آگے فرماتے ہیں) امام ابن جریر طبری نے اس قصہ میں اپنی سند کے ساتھ حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: میری قمیص اس سے اللہ کے عذاب کو دور نہیں کر سکتی، لیکن مجھے امید ہے کہ اس کی وجہ سے اس کی قوم کے ایک ہزار آدمی مسلمان ہو جائیں گے (اور لوگوں نے دیکھا کہ ہزاروں ہزار افراد مشرف بہ اسلام ہوئے)۔ (فتح الباری شرح صحیح البخاری ۸/۲۲۸، ۲۲۹)

امام محمد بن عبدالرحمن شیرازی شافعی جامع البیان میں فرماتے ہیں:

لما رأوا انه تبرک بقميصه أسلم من المنافقين  
يومئذ ألف، وقال بعضهم: انما ألبسه مكافأة، لأن ابن  
سلول ألبسه ثوبه يوم بدر العباس فانه بين الأسارى  
ليس له ثوب (جامع البیان فی تفسیر القرآن ۲/۹۰)

ترجمہ: چنانچہ جب کفار نے دیکھا کہ ایسا شدید العداوت شخص نے سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے کرتے سے برکت حاصل کی تو اس کی وجہ سے ایک ہزار منافق مسلمان ہو گئے۔ اور ایک وجہ یہ بھی تھی کہ سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے چچا حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو بدر میں اسیر ہو کر آئے تھے تو عبداللہ بن ابی سلول نے اپنا کرتا انہیں پہنایا تھا حضور کو اس کا بدلہ کر دینا بھی منظور تھا۔

اسی بات کو امام حافظ ابوسلیمان خطابی اعلام السنن فی شرح صحیح البخاری میں اس طرح بیان فرماتے ہیں:

و كان ابو سعيد بن الأعرابي يتأول ما كان من  
العباس النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اياه قميصه علی  
معنى المجازاة له علی قميص كان عبد الله بن ابي  
كساه العباس بن عبدالمطلب، فاراد صلی اللہ تعالیٰ  
علیه وسلم ان يكافئه علی ذالك لئلا يكون لمنافق  
عنده يد (اعلام السنن فی شرح صحیح البخاری ۲/۳۵۲)

بنیاد پر تھا جس کی وجہ سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے قول پر عمل نہیں کیا اور اصحاب حال اور اسلام کے ظاہری حکم پر عمل کرتے ہوئے آپ نے اس کی نماز جنازہ پڑھادی نیز آپ کو اس کے بیٹے کی عزت افزائی مقصود تھی جو نہایت مخلص اور دیندار تھے اور اسکی قوم کے دلوں کو نرم کرنا اور ایک فتنہ کو دور کرنا مقصود تھا اور ابتداء اسلام میں نبی کائنات صلی اللہ علیہ وسلم مشرکین کی دی ہوئی اذیتوں پر صبر کرتے تھے اور ان کو معاف اور درگزر کرتے تھے پھر آپ کو مشرکین سے قتال کا حکم دیا گیا اور جو لوگ اسلام کو ظاہر کرتے تھے خواہ باطن میں اسلام کے مخالف ہی کیوں نہ ہوں ان کے ساتھ آپ درگزر کرنے کا معاملہ رکھتے تاکہ وہ متنفر نہ ہوں اور ان کے دلوں میں اسلام کی محبت ہو، اس لیے آپ نے فرمایا تھا: لوگ یہ نہ کہیں کہ محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنے اصحاب کو قتل کرتے ہیں، اور جب مکہ فتح ہو گیا اور مشرکین اسلام میں داخل ہو گئے اور کفار تعداد میں بہت کم ہو گئے تو آپ کو یہ حکم دیا گیا کہ آپ منافقین کو ظاہر کر دیں اور یہ واضح کر دیں کہ وہ لوگ حق کے خلاف ہیں۔ اور خاص طور پر ابن ابی سلول کی نماز جنازہ پڑھانے کا واقعہ اس وقت پیش آیا تھا جب منافقین کی نماز جنازہ پڑھنے کی صراحتاً ممانعت نہیں کی گئی تھی، ابن ابی سلول کی نماز جنازہ پڑھانے پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق جو اشکال پیدا ہوتا ہے اس تحریر سے وہ دور ہو جاتا ہے۔ علامہ خطابی نے کہا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے عبداللہ بن ابی سلول کے ساتھ جو حسن سلوک کیا اس کی وجہ یہ تھی کہ آپ اس شخص کے ساتھ شفقت فرماتے جس کا تعلق دین سے معمولی بھی ہوتا، نیز آپ اس کے بیٹے کی دل جوئی بھی کرنا چاہتے تھے جو نیک صحابی تھے اور اس کی قوم خزرج کی تالیف قلوب کرنا چاہتے تھے جن کا وہ سردار تھا، اگر آپ اس کے بیٹے کی درخواست قبول نہ فرماتے اور اللہ تعالیٰ کے صراحتاً منع فرمانے سے پہلے ہی اس کی نماز جنازہ پڑھانے سے انکار فرمادیتے تو اس کے بیٹے کو تکلیف ہوتی اور وہ اپنی قوم میں عار محسوس کرتا، اس لیے آپ نے صراحتاً ممانعت کے وارد ہونے سے پہلے بہتر امر کو اختیار فرمایا پھر۔

اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد گرامی: وَلَا تَصِلْ عَلَى أَحَدٍ مِنْهُمْ مَاتَ أَبَدًا وَلَا تَقِمْ عَلَى قَبْرِهِ أَنْهُمْ كَفَرُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ وَمَاتُوا وَهُمْ فَاسِقُونَ. (التوبة، ۸۴)  
ترجمہ: اور ان میں سے کبھی کسی کی میت پر نماز نہ پڑھنا اور نہ اس کی قبر پر کھڑے ہونا بے شک اللہ اور رسول سے منکر ہوئے اور فسق ہی میں مر گئے۔ (کنز الایمان) کے تحت امام شیخ محمد بن طاہر التحریروالتویر میں فرماتے ہیں:

آیت کریمہ ﴿وَلَا تَصِلْ عَلَى أَحَدٍ مِنْهُمْ مَاتَ أَبَدًا﴾ الی قولہ ﴿وَهُمْ فَاسِقُونَ﴾ کے نزول کا سبب حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ عبد اللہ بن ابی بن سلول جب مرا تو اس کی نماز جنازہ پڑھانے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تشریف لائے تھے۔ جب حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس کی نماز کے لیے کھڑے ہو گئے تو میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم! آپ عبد اللہ بن ابی کی نماز جنازہ پڑھائیں گے۔ حالانکہ فلاں دن اس نے ایسا ایسا کہا ہے: اس کی وہ تمام باتیں دہرائیں جو اس نے کہا تھا۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مسکراتے ہوئے فرمایا: عمر! مجھے چھوڑ دے جب عمر نے نہ پڑھانے پر اصرار کیا تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے استغفار کا مجھے اختیار دیا ہے اگر مجھے معلوم ہو جائے کہ ستر مرتبہ سے زیادہ استغفار ان کے گناہ معاف کر سکتا ہے تو میں یقیناً ستر مرتبہ سے زیادہ استغفار کروں گا، چنانچہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نماز جنازہ پڑھائی، پھر تھوڑی ہی دیر بعد دونوں آیتیں نازل ہوئیں۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں مجھے اپنی اس جرأت پر بعد میں بہت افسوس ہوا کہ خدا اور رسول خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بہتر جانتے ہیں، میں نے ایسی اور اس طرح کی جرأت کیوں کی۔ ایک دوسری روایت میں ہے کہ اس کے بعد تاحیات حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کسی منافق کی نماز جنازہ نہیں پڑھائی۔ عبد اللہ بن ابی سلول کو اپنی قمیص میں کفن دینے کی وجہ اس کے فرزند عبد اللہ کی دلجوئی اور بنی خزرج کے دلوں میں اسلام کی محبت ڈالنا تھا۔ (التحریروالتویر ج ۵ ص ۲۸۴)

اب کسی بھی سنی صحیح العقیدہ مسلمان کے لیے ہرگز ہرگز جائز نہیں ہے کہ کسی بد مذہب، بے دین کافر و مرتد کی نماز جنازہ پڑھے، اگر جان بوجھ کر صاحب ایمان سمجھ کر پڑھے گا تو ان کا بھی ایمان خطرہ میں ہوگا۔ سورۃ توبہ میں ارشاد فرماتا ہے: مَا كَانَ لِلنَّبِيِّ وَالَّذِينَ آمَنُوا أَنْ يَسْتَغْفِرُوا لِلْمُشْرِكِينَ وَلَوْ كَانُوا أُولَىٰ قُرْبَىٰ مِنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمْ أَنَّهُمْ أَصْحَابُ الْجَحِيمِ. (سورۃ توبہ ۱۱۳)  
ترجمہ: نبی اور ایمان والوں کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ مشرکین کے لیے استغفار کریں، خواہ وہ ان کے قرابت دار ہوں، جب کہ ان پر یہ ظاہر ہو چکا ہے کہ وہ خود دوزخی ہیں۔ کفار کے لیے دعاء مغفرت کے تعلق سے امام احمد رضا محدث بریلوی فرماتے ہیں:

”کافر خواہ مشرک ہو یا غیر مشرک جیسے آج کل کے عام رافضی کہ منکرات ضروریات دین ہیں۔ اسے ہرگز کسی طرح کسی فعل خیر کا ثواب کہ نہیں پہنچ سکتا۔ قال اللہ تعالیٰ: وَمَالَهُمْ فِي الْآخِرَةِ مِنْ خَلَاقٍ، انھیں ایصال ثواب کرنا، معاذ اللہ خود راہ کفر کی طرف جانا ہے کہ نصوص قطعیہ کو باطل ٹھہرانا ہے، رافضی تبرائی کا فقہائے کرام کے نزدیک یہی حکم ہے، ہاں! جو تبرائی نہیں۔ جیسے تفضیلی انھیں ثواب پہنچ سکتا ہے اور پہنچانا بھی حرام نہیں، جبکہ ان سے دینی محبت یا ان کی بدعت کو سہل و آسان سمجھنے کی بنا پر نہ ہو، ورنہ (انکم اذا مغلہم) یہ بھی انہی میں شمار ہوگا۔ (فتاویٰ رضویہ ج ۴ ص ۱۹۶)

آیت کریمہ وَلَا تَصِلْ عَلَيْهِمُ الْخ کے تحت صدر الافاضل علامہ سید نعیم الدین رحمہ اللہ علیہ فرماتے ہیں:  
”اس آیت میں سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو منافقین کے جنازے کی نماز اور ان کے دفن میں شرکت کرنے سے منع فرمایا گیا۔ مسئلہ اس آیت سے یہ ثابت ہوا کہ کافر کے جنازے کی نماز کسی حال میں جائز نہیں ہے (خزانة العرفان)۔

## قسط دوم

## غیر منقسم ہندوستان میں فقہ حنفی کی اشاعت

مولانا سید شہباز اصدق

## (۴) فوائد فیروز شاہی

آٹھویں صدی ہجری کی مایہ ناز تصنیف اور فقہ حنفی کا دائرۃ المعارف ہے۔ اس کتاب کو علامہ شرف محمد عطائی الحنفی نے فارسی میں مرتب کر کے بادشاہ وقت سلطان فیروز شاہ کے نام منسوب کیا تھا۔ حاجی خلیفہ نے اس کتاب کے تذکرہ میں بس اس قدر تحریر کیا ہے۔ ”فوائد الفیروز شاہیہ فی فروع الحنفیہ“ [کشف الظنون جلد ۲ کالم ۱۳۰۰]

خدا بخش لاہوری باگی پور پٹنہ میں موجود ”فوائد فیروز شاہی“ کے نسخہ کا تعارف ان الفاظ میں پیش کیا گیا ہے۔ فوائد فیروز شاہی فرقہ اہل سنت و جماعت کی فقہی معلومات کا جامع قاموس اور دائرۃ المعارف ہے۔ اس میں دینی، اخلاقی اور لسانی مسائل سے بحث کی گئی ہے، اور کثیر التعداد معتبر اور مستند کتابوں کے اقتباسات ہیں۔ شرف محمد عطائی کی تالیف ہے۔ کتاب کے آخر میں مؤلف لکھتے ہیں کہ اس نے یہ کتاب ابوالمظفر فیروز شاہ تغلق کے نام منتسب کی ہے، جس نے ۵۲ھ سے ۹۰ھ تک حکومت کی۔ [برصغیر میں علم فقہ ص ۱۲۴]

آٹھویں صدی ہجری کا یہ حنفی دیوان اس لیے بھی قابل اعتناء اور مختلف فقہی شہ پاروں میں ممتاز ہے کہ محترم المقام مصنف نے اس کتاب میں مسائل شرعیہ ھبہ کے علاوہ مستقل علیحدہ باب قائم کر کے تعارف علوم و فنون اور مسائل طریقت و طبابت کا بیان بھی معتبر و مستند کتابوں کی روشنی میں تحریر کیا ہے۔ گویا یہ فقہی گلدستہ علوم شریعت و طریقت کا جامع اور اسلام و احسان کا حسین سنگم ہے اور کسی مفید معاشرہ کی تشکیل کے لیے مفید، کارآمد اور جامع دستور حیات ہے۔ اسحاق بھٹی نے فوائد فیروز شاہی کے مضامین پر تبصرہ کرتے ہوئے

لکھا۔ مضامین کے اعتبار سے فوائد فیروز شاہی کے مخطوطے کو چند حصوں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے، ایک حصہ مختلف علوم و فنون اور ان کی تعریف و وضاحت سے متعلق ہے، ایک حصے میں عام فقہی مسائل بیان کئے گئے ہیں، ایک حصے میں کچھ طبی نوعیت کی معلومات بہم پہنچائی گئی ہیں اور ایک حصہ کچھ اخلاقیات اور نیکی و احسان اور اس کے مختلف گوشوں پر مشتمل ہے۔ [برصغیر میں علم فقہ ص ۱۳۰]

## (۵) فتاویٰ تاتارخانیہ

ہندوستان کی فقہی تاریخ کا وہ اہم سرمایہ ہے جو آٹھویں صدی ہجری کے اواخر میں بزبان فارسی ۳۰/ ضخیم جلدوں پر مشتمل فقیہ اعظم حضرت علامہ عالم بن علاء الحنفی کے زرنگار قلم سے منظر عام پر آیا۔ یہ فقہی مجموعہ یقیناً تمام مکمل مسائل شرعیہ کا جامع اور ضخامت و کثرت مسائل کے لحاظ سے اپنے پیش رو تمام کتب فقہ حنفی سے ممتاز ہے۔ بلا مبالغہ یہ فقہی تصنیف فارسی میں فقہ حنفی کا انسائیکلو پیڈیا ہے۔ حضرت علامہ امام ابراہیم بن محمد حنفی (م ۹۵۶ھ) نے عوام الناس کے استفادہ کے لیے مذکورہ ۳۰/ ضخیم جلدوں کی تلخیص ایک جلد میں کی تھی۔ کشف الظنون میں مذکورہ کتاب کا تذکرہ ان الفاظ میں کیا گیا ہے۔

”تاتارخانیہ فی الفتاویٰ... للامام الفقیہ عالم بن علاء الحنفی و هو کتاب عظیم فی مجلدات جمع فیہ مسائل المحيط البرہانی و الذخیرہ و الخانیہ و الظہیریہ و جعل المیم علامۃ للمحیط و ذکر اسم الباقی و قدم بابا فی ذکر العلم ثم رتب علی ابواب الهدایہ و ذکر



انہ اشار الی جمعہ الخان الاعظم تاتار خان ولم یسم  
ولذلک اشہر بہ و قیل انہ سماہ زاد المسافر ثم ان  
الامام ابراہیم ابن محمد الحلبي المتوفی سنة ست  
وخمسين و تسعمائة لخصه فی مجلد“ [کشف  
الظنون، المجلد الاول، کالم ۲۶۸]

ترجمہ: فتاوی تاتار خانیا امام، فقیہ عالم بن علاء خنی کی تصنیف ہے۔  
یہ عظیم تصنیف کئی ضخیم جلدوں میں ہے، اس کتاب میں الحیط للمرحانی،  
ذخیرہ، خانیاہ اور ظہریہ کے مسائل جمع کئے ہیں، مصنف نے ”الحیط“  
کے لیے میم کی علامت مقرر کی ہے اور باقی کتابوں کے نام لکھے ہیں  
۔ شروع میں ایک باب علم کے بیان میں تحریر کیا ہے اور کتاب ابوب  
الحدادیہ کی ترتیب کے مطابق مرتب کیا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ یہ کتاب  
خان اعظم تاتار خان کے ایما و اشارہ سے معرض تحریر میں لائی گئی ہے  
۔ چونکہ مصنف نے کسی نام سے موسوم نہیں کیا، لہذا یہ کتاب ”تاتار خان  
نیہ“ کے نام سے موسوم و معروف ہو گئی۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ مصنف  
نے اس کو ”زاد السفر“ کے نام سے موسوم کیا تھا۔ امام ابراہیم بن محمد  
حلبی (۹۵۶ھ) نے ایک جلد میں اس کی تلیخیص بھی فرمائی۔

### (۶) فتاوی امینیہ

ہندوستان میں دسویں صدی ہجری کی علمی، ادبی اور فقہی تاریخ میں  
نادور و نایاب تصنیف ہے۔ اسحاق بھٹی مذکورہ معتبر، مستند، قدیم،  
تاریخی حنفی مجموعہ کا تعارف کراتے ہوئے تحریر کیا ہے۔ فتاوی امینیہ کا  
یہ مخطوط پنجاب یونیورسٹی لائبریری کے مجموعہ شیرانی میں ہے اور اس کا  
نمبر ۴۹۶۸ ہے۔ نام مصنف محمد امین بن عبد اللہ، نام کاتب حمید  
عرف ابراہیم، سطور فی صفحہ ۱۹، کل اوراق مع فہرست مضامین ۲۰۵۔  
سائز: ۱۰+۶.۵-۲۸+۱۶سم۔ خط نستعلیق شکستہ آمیز۔ عنوانات  
ومباحث سرخ و روشنائی سے لکھے گئے، ورق ۲، ۷، ۸، ۹ اور آخری دو  
ورق بیاض۔ مخطوط فارسی زبان میں ہے لیکن جہاں جہاں مصنف  
نے اپنی تائید میں عربی کتابوں کے حوالے دئے ہیں، ان کتابوں کی  
اصل عربی عبارت بھی درج کر دی گئی ہے۔ فتاوی کے تعارف کے  
سلسلے میں یہ بات قابل ذکر ہے کہ اس میں حصہ عبادات کی نسبت  
حصہ معاملات زیادہ وضاحت اور تفصیل سے بیان کیا گیا ہے۔ [بر

### صغیر میں علم فقہ ص ۲۱۶]

اسی کتاب کے صفحہ ۲۲۲ پر یہ لکھا ہوا ہے۔ جس زمانہ (۹۳۸ھ-۱۵۴۱ء)  
میں یہ کتاب تصنیف کی گئی، وہ ہندوستان میں مغل حکمران ہمایوں کی  
حکومت کا زمانہ ہے۔ ہمایوں علما و فقہاء کا قدردان تھا، ممکن ہے کہ فتاوی  
امینیہ کے مصنف اسی زمانے میں یا اس سے قبل بابر کے عہد میں  
حصول علم کی غرض سے بخارا گئے ہوں اور وہاں سے واپس ہندوستان  
آ کر انھوں نے یہ کتاب تحریر کی ہو۔ [برصغیر میں علم فقہ ص ۲۲۲]

### (۷) فتاوی عالمگیری

گیارہویں صدی ہجری میں منظر عام پر آنے والا حقیقت کا وہ مستند  
علمی و فقہی ذخیرہ ہے جو کسی تعارف کا محتاج نہیں۔ معروف بادشاہ اور  
فقہ حنفی کے بے نظیر عالم و فقیہ سلطان اورنگ زیب عالمگیر رحمۃ اللہ  
علیہ کے عہد سعید میں ان کی تحریک پر یہ فقہی مجموعہ مرتب کیا گیا۔  
سلطان موصوف نے اپنے عصر کے فقیہ اعظم علامہ نظام علیہ الرحمہ کو  
اس کی ترتیب پر مامور کیا۔ ملا نظام علیہ الرحمہ کی سرپرستی میں برصغیر  
کے سینکڑوں اجلہ علما اور حاذق مفتیان اکرام نے انتہائی محنت اور جد  
جہد سے یہ عظیم فقہی مرقع مرتب کر کے بادشاہ وقت کی بارگاہ میں  
پیش کیا۔ اس عظیم علمی و فقہی ذخیرہ پر دو لاکھ کی رقم صرف ہوئی  
۔ بادشاہ نے قانون شریعت پر مشتمل مجموعہ فقہ حنفی کو قانونی اور سرکاری  
دستاویز کی حیثیت سے قبول کیا اور اسی پر ملکی فیصلے کی بنیاد رکھی۔ عرب  
و عجم کے مختلف ممالک میں اس کتاب کے متعدد نسخے بھیجے جو تمام  
ممالک کے علما و فضلا میں معمول و مقبول ہوا۔

مولانا سید امیر علی نے ۱۳۳۹ھ میں اس کتاب کا اردو ترجمہ کیا تھا، وہ  
اس کتاب کے مقدمہ میں لکھتے ہیں۔ ہندوستان میں حامی اسلام  
متشرع، مفتی، متمسک سنت، متبع شریعت، مہندی، ہادی، عامل لواء  
المومنین، خلیفۃ اللہ فی العلمین، ناصر الدین التین، السلطان ظل اللہ  
فی الارض علی المہدین، الامام العادل الکبیر اورنگ زیب محمد عالمگیر  
انار اللہ تعالیٰ برہانہ و افاض علیہ شایب غفرانہ و اسکنہ بخجوتہ جنانہ کو  
پیدا فرمایا، جس نے حفظ شریعت پر قدم جمایا اور علما و مشائخ کو اکرام  
کے ساتھ اپنے سایہ دولت میں جمع فرمایا اور شیخ الوقت عمدۃ العلما  
العلما الامام الشیخ النظام رحمہ اللہ تعالیٰ کی امامت میں اس انصرام کی

الدین بن سلطان بن ہاشم بن رکن الدین بن جمال الدین بن سماء الدین الحنفی الدہلوی کان من کبار الفقہاء الحنفیۃ، ولد ونشاء بدار الملک دہلی و ولی الافتاء بها ثم ولی القضاء فی ایام عالمگیر - له ”مجمع البرکات“ فی مجلدین ضخمین فی الفقہ اولہ - الحمد لله الذی نور قلوب الموحدین بنور التوحید والایمان، الخ - [نزہۃ الخواطر ۲۸۴]

ترجمہ: حضرت العلام فقیہ مفتی ابوالبرکات بن حسام الدین بن سلطان بن ہاشم بن رکن الدین بن جمال الدین بن سماء الدین الحنفی دہلوی کبار فقہائے احناف سے ہیں اور ان کی ولادت اور پرورش دارالسلطنت دہلی میں ہوئی اور مسند افتاء کے والی ہوئے، پھر ایام عالمگیر میں منصب قضا پر مامور ہوئے۔ فقہ میں دو ضخیم جلدوں پر آپ کی تصنیف ”مجمع البرکات“ ہے، جس کا آغاز ان الفاظ سے ہوتا ہے۔ ”الحمد للہ الذی نور قلوب الموحدین بنور التوحید والایمان، الخ۔“

### (۹) الفتاویٰ فی المسائل المشککہ

تیرہویں صدی ہجری میں فقہ حنفی کا ایک عظیم ذخیرہ اور درہمیتیم ہے۔ کتاب وسنت اور کتب متداولہ سے مرتب ایسا مدلل، مبرہن گلدستہ ہے کہ جس سے برصغیر کے تمام اصحاب افتاء و قضا صدیوں سے اخذ و استفادہ کر رہے ہیں اور اسے بطور حوالہ کتب فقہ و فتاویٰ میں درج کر رہے ہیں۔ یہ فقہی مجموعہ عربی زبان میں دو ضخیم جلدوں پر مشتمل ہے۔ اس کتاب کے مولف اور مصنف سراج الہند، فقیہ ابن فقیہ، محدث ابن محدث، ولی ابن ولی حضرت العلام عبدالعزیز بن ولی اللہ محدث دہلوی علیہما الرحمہ ہیں جو اپنے عصر کے تمام علماء و مشائخ سے فائق اور جملہ فقہاء و محدثین کے سردار و رئیس تھے اور ولی اللہی مسند کے اکلوتے وارث و جانشین تھے۔

عبدالحی لکھنوی نے لکھا۔ ”الشیخ الامام العالم الکبیر العلامة المحدث عبد العزیز بن ولی اللہ بن عبد الرحیم العمری الدہلوی سید علمائنا فی زمانہ وابن سیدہم۔ لقبہ بعضہم، سراج الہند، وبعضہم، حجة اللہ“ [نزہۃ الخواطر ص ۱۰۱۴]

درخواست کی کہ اصول مذہب یعنی معروف کتب ستہ امام محمد بن الحسن الشیبانی و فتاویٰ مشائخ مجتہدین متقدمین اور ترتیب وار جوابات مشائخ متاخرین مع نوادر و واقعات جمع ہو جائیں کہ ہندوگان الہی جل شانہ کے افعال و اعمال بہ حسن نظام باقی رہیں اور اس دیار جہالت میں اتباع شریعت و تمسک بسنت کا قیام ہو، اور چونکہ خود بادشاہ کا رزق خفیہ اپنے ہاتھ کی مشقت سے تھا اور بیت المال خزانہ عباد معمر ہو رہا تھا، حالانکہ ہر قوم و ملت رعایا و برابرا آسودہ حال و فارغ البال تھے، پس سلطنت کی سرپرستی میں خزانہ وافی جس کی تعداد کثیر کا احاطہ علم الہی میں ہے، اس کا خیر میں صرف کر کے متعدد نسخ و صحاح اصول اور بے شمار معتمد کتب و شروح ائمہ و فتاویٰ مشائخ و تالیفات علماء کمال احتیاط و وثوق کے جمع فرما کر ان علماء کی جماعت عظیم کو جن کی تعداد کمتر ایک سو کی پانچ گونہ یعنی پانچ سو مشتمل ہے، یہ نوادر جو ابلیسی کتب فقہ و شریعت تفویض فرمائیں۔

ان مشائخ مجتہد و علمائے نامدار نے کمال حزم و احتیاط سے اصول و فتاویٰ و واقعات و نوازل و شروح و تحریجات و نوادر کو بعینہ انتخاب و بلفظ التقا سے بدون اختصار و تنگی کے کمال باریک بینی و عمدہ تحریر علمی سے ابواب و فصول فقہ پر معروف ترتیب کے مطابق اور قواعد استفادہ کے موافق جمع فرمایا، واللہ درہم ثم واللہ درہم کہ جس خوبی و خوش اسلوبی سے رعایات و شرائط مرعی فرمائے ہیں، ایک عارف اصول و ماہر شریعت اس کی قدر کر سکتا ہے و بحمد اللہ سبحانہ تعالیٰ ایک ایسا نفیس مجموعہ ظاہر ہوا کہ جس قدر فروع و احکام و فتاویٰ بحسن نظام اس میں مندرج و مندرج ہے۔ [مقدمہ فتاویٰ عالمگیری اردو ص ۱۸۰-۱۸۱]

### (۸) مجمع البرکات

بارہویں صدی ہجری کی کتب فتاویٰ میں مجمع البرکات سرفہرست ہے۔ یہ فقہی مجموعہ دو ضخیم جلدوں پر مشتمل مسائل شرعیہ حنفیہ کا ممتاز اور نادر و نایاب مرقعہ ہے۔ اس کتاب کے مصنف جلیل القدر مفتی، متدین عالم علامہ ابوالبرکات بن حسام الدین دہلوی ہیں۔ آپ نے اس کتاب کی تکمیل ۱۱۱۶ھ میں فرمائی۔ نزہۃ الخواطر میں سید عبدالحی لکھنوی نے مفتی ابوالبرکات دہلوی کے تذکرہ میں لکھا ہے۔

الشیخ العالم الفقیہ المفتی ابو البرکات بن حسام

پیکر میں گہرا آبدار بن کر صفحہ قرطاس پر یوں مرتب ہو گئے۔  
 ”و اللہ اقول والحق اقول انه لو راها ابو حنیفۃ النعمان  
 لا قرت عينه ولجعل مؤلفها من جملة  
 الاصحاب“ [الاجازات المتعینۃ لعلماء بکۃ والمدینۃ ص ۲۲]  
 ترجمہ: میں اللہ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ اگر امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ  
 عنہ ان فتاویٰ کو دیکھتے تو ان کی آنکھیں ٹھنڈی ہو جاتیں اور ان فتاویٰ  
 کے مؤلف یعنی امام احمد رضا کو اپنے تلامذہ میں شامل کر لیتے۔  
 الغرض چوتھی صدی ہجری سے چودھویں ہجری تک اس لمبے عرصہ  
 میں مسلک امام ابو حنیفہ کی تائید اور فقہ حنفی کی روشنی میں لکھی جانے  
 والی چند مشہور و معروف تصانیف کا تعارف و تذکرہ اوپر ہوا، جبکہ عہد  
 قدیم سے اب تک ایسی بے شمار فقہی تصانیف ہندوستانی فقہانے  
 تحریر فرمائیں ہیں جو درجہ صحت اور مقام قبولیت میں کتب مذکورہ سے  
 کسی طرح کم نہیں، لیکن ان تمام کا تذکرہ اس مختصر سے مضمون میں  
 ممکن نہیں اور نہ ہی یہ مقصود ہے۔

جو کہوں تو ختم نہ ہو سکے، جو سننے اسے بھی خلش رہے  
 کہ فسانہ زلف دراز کا، میری زندگی سے دراز ہے  
 غرض تحریر بس اس قدر ہے کہ غیر منقسم ہندوستان کی سر زمین حنفیت  
 کی زمین ہے۔ امام اعظم ابو حنیفہ کے مقلدین کی زمین ہے، مسلک  
 احناف کے مؤیدین اور ناصرین کی زمین ہے، ہوائے احناف کے  
 حاملین کی زمین ہے، جب سے امام اعظم ابو حنیفہ قدس سرہ نے اپنے  
 مشک بارگیسو کھولے ہیں، تب سے بلا انقطاع آج تک اس کی خوشبو  
 یہاں بسنے والے تمام مسلمانوں کے مشام جاں کو معطر کر رہی ہے  
 اور یہاں کی مسلم اکثریت اسی خوشبو کی اسیر ہے۔ لاریب آغاز  
 حنفیت سے آج تک غیر منقسم ہندوستان پر پورے آب و تاب کے  
 ساتھ مسلک حنفی کا قبضہ و اقتدار ہے، جس کا سہرا عظیم الشان سلاطین  
 اسلام، پاکباز صوفیائے عظام اور متدین علمائے کرام و فقہائے نیک  
 فرجام کی دینی، ملی، مذہبی، مسلکی و فقہی خدمات کے سر ہے۔

اللہ رے وسعت، تیرے دامان کرم کی  
 اس بحر کا ملتا نہیں، ڈھو نڈھے سے کنارا

ترجمہ: شیخ امام عالم کبیر حضرت علامہ محدث عبدالعزیز ابن ولی  
 اللہ ابن عبد الرحیم عمری دہلوی اپنے زمانہ میں علمائے کرام کے سردار  
 اور اپنے اسلاف کے جانشین تھے، بعض علما آپ کو سراج الہند کے  
 لقب سے اور بعض حجۃ اللہ کے لقب سے ملقب کرتے ہیں۔  
 دوسرے صفحہ پر آپ کی تصانیف کا شمار کراتے ہوئے لکھا۔ ”واما  
 مصنفاته فاشہرها“ الفتاویٰ فی المسائل المشکلة“ ان  
 جمعت ما تحویها ضخام الدفاتر والمیسر منها ایضاً  
 فی مجلدین“۔ [نزہۃ النواطر ص ۱۰۱۶]  
 ترجمہ: آپ کی مشہور تصانیف میں ”الفتاویٰ فی المسائل المشکلة“  
 ہے۔ اگر اس کے مسائل کو مرتب کیا جاتا تو ایک ضخیم دفتر تیار ہوتا، ا  
 س میں سے جو کچھ محفوظ رہ سکا، وہ دو ضخیم جلدوں پر مشتمل ہے۔

### (۱۰) العطایا النبویۃ فی الفتاویٰ الرضویۃ

یہ چودھویں صدی ہجری کے مجدد، فقیہ اعظم امام احمد رضا فاضل بریلوی  
 قدس سرہ کے فتاویٰ کا عظیم مجموعہ ہے، جس کا تاریخی نام ”العطایا النبویۃ  
 فی الفتاویٰ الرضویۃ“ ہے۔ یہ فقہی شاہکار عربی، فارسی، اردو زبان پر  
 مشتمل ہے۔ چونکہ یہ فتاویٰ مسلمانان ہند کے سوالوں کے جواب  
 میں لکھے گئے ہیں، اس لیے اردو فتاویٰ کثرت سے ہیں۔ یہ فتاویٰ غیر  
 مخرجہ ۱۲ جلدوں میں ہے، اور تخریج شدہ ۳۰ جلدوں پر مشتمل ہے۔  
 فتاویٰ رضویہ تقریباً پانچ ہزار ۲۲۰۰ صفحات، چھ ہزار آٹھ سو سینتالیس  
 ۶۸۴۷ سوالوں کے جوابات اور دوسو چھ ۲۰۶ رسائل پر مشتمل ہے  
 ، جبکہ ہزار ہا مسائل ضمناً زیر بحث آئے ہیں۔

فتاویٰ رضویہ فقہ حنفی کا انسائیکلو پیڈیا ہے۔ سچی بات تو یہ ہے کہ یہ  
 ایک انسائیکلو پیڈیا ہی نہیں، بلکہ تمام قدیم و جدید انسائیکلو پیڈیا کا  
 جامع بھی ہے۔ براعظم ایشیا، براعظم یورپ، براعظم امریکہ، بر  
 اعظم افریقہ کی وسعتوں کو فتاویٰ رضویہ نے اپنی فقہی خدمات کے  
 دامن میں سمیٹ رکھا ہے، گویا دنیا کے کتب فتاویٰ میں فتاویٰ رضویہ  
 کے لیے عالمگیر صفت کا استعمال جائز ہے۔ فتاویٰ رضویہ کا ایک عربی  
 فتویٰ شیخ مکرمہ مفتی اعظم علامہ سید اسماعیل جلیل کی علیہ الرحمہ نے  
 مطالعہ کیا تو وہ اس قدر متاثر ہوئے کہ ان کے احساسات الفاظ کے

## بی جے پی حکومت اور قوانین ہند میں تبدیلیاں

طارق انور مصباحی (کیرلا)

ملک میں پہلی بار 19/ مارچ ۱۹۹۸ء کو مرکز میں اٹل بھاری واجپائی (۱۹۲۳ء- تادم تحریر) کے زیر قیادت بی جے پی کی مخلوط حکومت یعنی این ڈی اے حکومت {NDA Government} حکومت قائم ہوئی۔ بی جے پی کا خاص ایجنڈا جمہوریت اور سیکولرزم سے مطابقت نہیں رکھتا۔ یہ پارٹی ”ہندوتوا“ {Hindu Nationalism} کو ملکی قومیت تسلیم کرتی ہے، یعنی ہندوانہ رسم و رواج ملک کا ثقافتی و تہذیبی حصہ ہے۔ ہر ملکی اس تہذیب و ثقافت کو اختیار کرے، خواہ وہ ہندو ہو یا مسلمان، سکھ ہو یا عیسائی، یہودی ہو یا پارسی۔ اسی لیے بی جے پی دستور ہند میں بھی تبدیلی لانے کے لیے قسم قسم کے ذرائع اختیار کرتی ہے۔ یکساں سول کوڈ {Common Civil Code} کا نفاذ بھی اس پارٹی کے اہم اہداف میں سے ہے، حالانکہ ہندوستان ایک سیکولر ملک ہے۔ دستور میں بھی اس کی صراحت موجود ہے۔ یکساں سول کوڈ کے نفاذ کا مقصد یہ ہے کہ ہندو رسم و رواج اور ہندو قوانین کو دستوری شکل دے کر تمام اہل ہند پر نافذ کر دیا جائے، تاکہ ملک بھر میں ہندو نیشنلزم کی شکل پیدا ہو جائے۔ اسی طرح بابری مسجد کی جگہ رام مندر کا قیام بھی اس کے بنیادی مقاصد میں ہے۔ گٹو کشی پر پابندی عائد کرنا اور کشمیر کی خصوصی حیثیت کو ختم کرنا بھی اس کے مقاصد میں شامل ہے۔ اس طرح پانچ اہم مقاصد اس پارٹی کے اصل منشور {Manifesto} میں شامل ہیں۔

(1) ہندو قومیت {Hindu Nationalism} (2) یکساں سول کوڈ {Common Civil Code}

(3) اچودھیا میں رام مندر کی تعمیر {Building of Ram Temple in Ayodhya}

(4) گٹو کشی پر پابندی {Banning Cow Slaughter}

(5) کشمیر کی خصوصی مراعات کو ختم کرنا {Abolishing the special status given to Jammu & Kashmir}

### بی جے پی حکومت اور انتظامی قوانین

بی جے پی حکومت نے پہلی بار اقتدار ہاتھ میں آتے ہی 8 مئی ۱۹۹۸ء کو ملک کے انتظامی قوانین {Administrative Laws} میں تبدیلی کے لیے وزیراعظم اٹل بھاری واجپائی کی منظوری سے پی سی جین کمیشن {PC Jain Commission, 1998} تشکیل دی۔ یہ کمیشن، پی سی جین چیئرمین آف کمیشن سمیت کل چار ارکان پر مشتمل تھا۔ پی سی جین کمیشن نے اپنی رپورٹ 30/ ستمبر ۱۹۹۸ء کو حکومت کو پیش کر دی۔ رپورٹ میں مختلف خانوں {Different Catogaries} کے قریباً 2,500/ سنٹرل قوانین {Central Laws} میں سے 1,300/ سے زائد مرکزی قوانین میں ترمیم و تبدیلی یا قوانین کو مسترد کرنے کی سفارش کی گئی۔ باجپائی حکومت نے پی سی جین کمیشن کی سفارشات کے مطابق ریپبلنگ و ایڈیٹنگ ایکٹ ۲۰۰۱ء {Repealing and Amending Act, 2001} کے ذریعہ 315/ قوانین کو بدل دیا۔ پدم چند جین {Padam Chand Jain} (۱۹۳۰ء- تادم تحریر) ایک ریٹائرڈ آئی اے ایس {IAS Ret.} ہے۔ بی جے پی نے جین کمیشن کی تشکیل اس وقت کی تھی، جبکہ

ابھی این ڈی اے حکومت کی تشکیل پر دو ماہ بھی نہ گزرا تھا۔ اتنی جلد بازی کیوں؟

صرف چار ماہ میں اتنے قوانین کا مطالعہ مشکل تھا، لیکن کمیشن کو اسی مدت میں ڈھائی ہزار قوانین سے متعلق اپنی رائے پیش کرنی تھی۔ کمیشن نے اپنی رپورٹ دو جلدوں میں پیش کی۔ کمیشن کو صرف تین ماہ کا موقع دیا گیا تھا۔ کمیشن خود ہی قلت وقت کا بار بار تذکرہ کرتا ہے۔ اتنی جلد بہت سے لوگوں سے ملاقاتیں اور 43 / منٹوں میں 1,300 / سے زائد امور سے متعلق اظہار خیال ایک انتہائی مشکل امر ہے۔ الحاصل کمیشن رپورٹ پیش کر سکے۔ صرف 43 / منٹوں میں 1,300 / سے زائد امور سے متعلق اظہار خیال ایک انتہائی مشکل امر ہے۔ الحاصل کمیشن نے جلد بازی میں اپنا عندیہ پیش کر دیا۔ جن کمیشن کے مذکورہ بالا حقائق کو کمیشن کی تحریروں کی روشنی میں پیش کیا جاتا ہے۔

### سنٹرل قوانین کی تعداد قریباً ڈھائی ہزار

1-There are now nearly 2,500 Central Laws in force.{Report of the Commission on Review of Administrative Laws volume 1 page 12}

2-The total number of Central laws in force will be about 2,500 acts.{Report of the Commission on Review of Administrative Laws volume 1 page 45}

ترجمہ: (۱) ابھی قریباً ڈھائی ہزار مرکزی قوانین نافذ العمل ہیں۔ (۲) نافذ العمل مرکزی قوانین کی تعداد تقریباً ڈھائی ہزار ہوگی۔

### 43 / منٹ اور فیصلہ

1-The Commission held all its meetings in the Committee Room of the Department of Administrative Reforms and Public Grievances. It had 43 meetings over the period starting from third week of May 1998 till the end of September 1998. The Commission interacted with the Secretaries and other senior officials of a large number of Ministries/ Departments and Central Agencies, the representatives of Chambers of Commerce and Industry, such as Confederation of Indian Industry, ASSOCHAM, FICCI and PHD Chamber of Commerce and Industries. The Commission also interacted with representatives of consumer and user groups, the pensioners, Association in addition to joint interactive discussions with the Ministries / Departments and user groups. The Commission was also provided with reports on regulatory reform prepared by individual Ministries/ Departments, the Chambers of Commerce and Industry and consumer representatives.{Report of the Commission on Review of Administrative

Laws volume 1 page 2}

ترجمہ: کمیشن نے اپنی تمام مٹنکیں انتظامی اصلاحات اور عوامی فلاح کے محکمے (ڈیپارٹمنٹ آف ایڈمنسٹریٹو ریفرنس اینڈ گریوینسز) کے کمیٹی روم میں کیا۔ مئی ۱۹۹۸ء کے تیسرے ہفتے سے شروع ہو کر ستمبر ۱۹۹۸ء کے اخیر تک کی مدت میں کمیشن نے ۴۳/مٹنکیں کی۔ کمیشن نے بہت سی وزارتوں، شعبہ جات اور مرکزی ایجنسیوں کے سکریٹری اور دوسرے اعلیٰ افسروں کے ساتھ تبادلہ خیال کیا۔ چیئرمین آف کامرس اینڈ انڈسٹری کے نمائندگان، اسی طرح انڈیا انڈسٹری کے گروپ کی حیثیت سے ایسوجم، ایف آئی سی سی آئی اور پی ایچ ڈی چیئرمین آف کامرس اینڈ انڈسٹریز سے بات چیت کی۔ کمیشن نے صارفین اور استعمال کنندہ گروپوں کے نمائندگان، پینشن یافتگان، وزارتیں، شعبہ جات اور استعمال کنندہ گروپوں کے ساتھ باہمی مذاکرات کے ایسوسی ایشنز کے ساتھ بھی بات چیت کی۔ کمیشن کو قانونی اصلاح کی رپورٹیں بھی فراہم کی گئیں، جو انفرادی طور پر وزارتوں یا چیئرمین آف کامرس اینڈ انڈسٹری کے شعبہ جات اور صارفین کے نمائندگان کی طرف سے تیار کی گئی تھیں۔

### قلت وقت کا تذکرہ

1-The Commission was initially required by the Government to submit its report within a period of three months.{Report of the Commission on Review of Administrative Laws volume 1 page 2}

2-As noted earlier, the Commission did not have the time or opportunity to interact with State officials on the reform of State laws and regulations.{Report of the Commission on Review of Administrative Laws volume 1 page 14}

3-The Commission shall submit its report within three months.{Report of the Commission on Review of Administrative Laws volume 1 page 62}

4- A short time available to the Commission. {Report of the Commission on Review of Administrative Laws volume 1 page A}

ترجمہ: (۱) حکومت کے ذریعہ ابتدا سے ہی تین ماہ کی مدت کے اندر کمیشن کو اپنی رپورٹ پیش کرنے کا مطالبہ تھا۔ (۲) جیسا کہ پہلے بتایا جا چکا کہ ریاستی قوانین کی اصلاح کے لیے اسٹیٹ افسروں کے ساتھ معاملات کرنے کا کمیشن کے پاس ٹائم یا موقع نہیں تھا۔ (۳) کمیشن کو اپنی رپورٹ تین مہینوں کے اندر پیش کرنی تھی۔ (۴) کمیشن کو ایک مختصر وقت مہیا تھا۔

### قلت مدت کے سبب تفصیلی جائزہ پیش نہ کیا جاسکا

The Commission is conscious that it has not been able to do more than limited justice to the vast area of legal and regulatory reform in India. It did not even have the resources available to the Central Law Commission, nor

the luxury of a long period in which to make substantive examination of different laws and regulations, obtain a detailed reply, interact with State Governments and experts, and thus prepare a larger canvas on which it could have made far greater recommendations on different regulatory aspects in the economic and social development. {Report of the Commission on Review of Administrative Laws volume 1 page 50}

ترجمہ: کمیشن کو احساس ہے کہ وہ ہندوستان میں قانونی اصلاح کے وسیع دائرہ میں محدود انصاف سے زیادہ کچھ نہ کر سکا۔ نہ اسے مرکزی لاکمیشن کے وسائل مہیا ہیں، نہ ہی لمبی مدت کی سہولت ہے، ایک تفصیلی جواب حاصل کرنے، ریاستی حکومتوں اور ماہرین سے تبادلہ خیالات کرنے، اور اس طرح ایک عظیم ماحول تیار کرنے کی، کہ جس میں ہم مختلف قوانین و اصول کی اہم جانچ کر سکیں جس کے سبب یہ کمیشن اقتصادی اور سماجی ترقی کے اعتبار سے مختلف قوانین پر بہت عظیم سفارشات کر سکے۔

### کیا یہ رپورٹ فیصلہ کن منزل میں ہے؟

مئی ۱۹۹۸ء کے آخری ہفتہ سے کام شروع ہو کر ستمبر ۱۹۹۸ء کے اخیر میں ختم ہو گیا۔ صرف دو ماہ میں ڈھائی ہزار قوانین کا مطالعہ، ان کے بارے میں فیصلہ کرنا، متعلقہ ادارہ جات، آفیسرز و دیگر اشخاص سے ملاقات کرنا، ان امور سے متعلق پرانی رپورٹوں کو دیکھنا بطریق احسن کیونکر ممکن ہو سکتا ہے؟ لگتا ہے کہ بی جے پی حکومت کی عجلت پسندی کے سبب کمیشن نے اپنا بوجھ ہلکا کر لیا۔ کمیشن خود اعتراف کر رہا ہے کہ صحیح طرز پر کام کرنے کی مہلت میسر نہ تھی۔ اب اس تحقیق یا رپورٹ کو فیصلہ کن کیونکر تسلیم کیا جاسکتا ہے؟

### 1,300 / مرکزی قوانین کو مسترد کرنے کی سفارش

1-Of about 2,500 Central Laws in force, the Commission recommends repeal of over 1,300 Central Laws of different categories as listed below.

{i} 166 Central Acts {including 11 Pre-Nationalisation Acts and 20 Validation Acts}

{ii} 315 Amendment Acts.

{iii} 11 British Statutes still in force.

{iv} 17 War-time permanent Ordinances.

{v} 114 Central Acts relating to state subjects.

{vi} 700 Appropriation Acts {approximately} passed by Parliament.

The Commission recommends their repeal on the ground that these laws have become either irrelevant or dysfunctional. {Report of the Commission on Review of Administrative Laws volume 1 page 60}

ترجمہ: کمیشن، قریباً ڈھائی ہزار نافذ العمل مرکزی قوانین میں سے مختلف خانوں کے تیرہ سو (۱۳۰۰) سے زائد مرکزی قوانین کو مسترد کرنے کی سفارش کرتا ہے، جس کی لسٹ درج ذیل ہے۔

(۱) 166 / مرکزی قوانین (آزادی ہند سے قبل کے 11 / قوانین اور 20 / ویلڈیشن ایکٹ کی شمولیت کے ساتھ)

(۲) 315 / ترمیمی قوانین (۳) 11 / برطانوی قوانین جواب تک نافذ ہیں۔

(۳) 17 / زمانہ جنگ کے مستقل آرڈیننس (۵) 114 / ریاستوں سے متعلق مرکزی قوانین (۶) تقریباً 700 / تصرفاتی قوانین

جو پارلیامنٹ سے پاس ہوئے۔ کمیشن ان قوانین کو مسترد کرنے کی سفارش کرتا ہے، اس بنیاد پر کہ یہ قوانین یا تو بے محل ہو چکے ہیں یا ریکار۔

### پرسنل لا کو مسترد کرنے کی سفارش

پی سی جین کمیشن نے 12 / پرسنل لا کو بھی مسترد کرنے کی سفارش کی ہے۔ اس میں مسلمانوں کے پرسنل لا اور دیگر اقوام کے پرسنل لا بھی شامل ہیں۔ پرسنل لا سے متعلق کمیشن کے خیالات درج ذیل ہیں۔

1-Another matter of major importance connected with the repeal of obsolete and outdated laws is the ammendment of those laws which are old but have a bearing on certain religious customs and practices and rights which cannot be disregarded. These laws are contained in Appendix D.{Report of the Commission on Review of Administrative Laws volume 1 page 12}

2-"The pre-Nationalisation Acts and Validation Acts {Appendix-1} can be repealed. All the Validation Acts can be repealed after providing savings clauses wherever necessary. In addition, there are a number of personal laws {Appendix-D} applicable to some religions and communities. Some of these may not be relevant now and are also indeed very old. The perception of the concerned religion or community would be relevant for their updating/ codification/repeal. The Commission recommends that further action be taken accordingly."{Report of the Commission on Review of Administrative Laws volume 1 page 47}

ترجمہ: (۱) بڑی اہمیت کا ایک دوسرا معاملہ جو فرسودہ اور پرانے قوانین کو مسترد کرنے سے متعلق ہے، وہ ان قوانین کی ترمیم ہے جو پرانے ہیں، لیکن بعض مذہبی رسوم و طواریقوں اور حقوق کی بنیاد پر قبول کیے گئے ہیں، جن کو نظر انداز نہیں کیا جاسکتا۔ یہ قوانین ضمیمہ، ڈی {Appendix D} میں شامل کیے گئے ہیں۔

(۲) آزادی ہند سے ما قبل کے قوانین اور ویلڈیشن دفعات (ضمیمہ-۱) مسترد کیے جاسکتے ہیں۔ ضروری نقروں کو تحفظ فراہم کرنے



کے بعد تمام ویلیڈیشن قوانین مسترد کیے جاسکتے ہیں۔ ان کے علاوہ پرسنل لاز (ضمیمہ، ڈی) کی ایک تعداد بعض مذاہب واقوام کے لیے قابل اطلاق ہیں۔ ان میں سے چند اب متعلق (قابل عمل) نہیں ہو سکتے، اور دراصل وہ بہت پرانے بھی ہیں۔ متعلقہ مذہب یا قوم کا خیال اس کی تجدید کاری/قانون سازی یا مسترد کرنے کا ہوگا، کمیشن سفارش کرتا ہے کہ اسی کے مطابق اگلا اقدام کیا جانا چاہئے۔

### جین کمیشن اور مسلم قوانین

پرسنل لاز کے بارے میں جین کمیشن سفارش کر رہا ہے کہ متعلقہ مذاہب واقوام کے خیالات کے مطابق جدید اقدام ہونا چاہئے، لیکن مودی حکومت مسلم پرسنل لا کو مسلمانوں کے خیالات کی بجائے اپنی مرضی کے مطابق بدل دینا چاہتی ہے، اور حوالہ جین کمیشن رپورٹ کا دیا جاتا ہے، تاہم جین کمیشن نے درج ذیل مسلم قوانین میں تبدیلی کی سفارش کی۔ بعد کی تحقیقاتی کمیٹیوں نے بھی جین کمیشن کا حوالہ دے کر ان میں سے متعدد قوانین کو مسترد کرنے کی سفارش کی۔ یعنی جین کمیشن ہی اپنے ابعد کے لیے آئیڈیل ہے، پھر کسی عہد میں جین کمیشن رپورٹ کا حوالہ دے کر ان قوانین کو مسترد کر دیا جاسکتا ہے۔

1-Mussalman Waqf Validating Act, 1913 {6 Of 1913} 2-Mussalman Wakf Validating Act, 1930 {32 of 1930} {Report of the Commission on Review of Administrative Laws volume 1 page 79}

3-Muslim Personal Law {Shariat} Application Act, 1937 {26 of 1937}  
4-Cutchi Memons Act, 1938 {10 Of 1938} 5-Dissolution of Muslim Marriages Act, 1939 {8 of 1939}

6-Kazis Act, 1880 {12 of 1880} {Report of the Commission on Review of Administrative Laws volume 1 page 79}

### بی جے پی حکومت اور دستوری قوانین

۱۹۹۸ء میں بی جے پی حکومت (این ڈی اے گورنمنٹ) نے انتظامی قوانین میں تبدیلی کے لیے جین کمیشن مقرر کیا۔ پھر لوک سبھا الیکشن: سال ۱۹۹۹ء میں این ڈی اے کو کامیابی ملی۔ اٹل بھاری واجپائی کے زیر قیادت این ڈی اے حکومت قائم ہوئی۔ اس عہد میں این ڈی اے حکومت کے ایک ریزولوشن {Resolution} کے ذریعہ ویٹنکلا چالیہ کمیشن {The National Commission to review the working of the Constitution \*NCRWC} کا قیام 22 / فروری ۲۰۰۰ء کو ہوا۔ کمیشن کو یہ ذمہ داری دی گئی تھی کہ وہ گذشتہ پچاس سالوں کے تجربات کی روشنی میں دستور ہند {Constitution of India} میں غور و فکر کر کے ممکنہ ترامیم {Possible Amendments} کا مشورہ دے، تاکہ دستور کو موجودہ زمانہ کے مطابق بنایا جاسکے، لیکن دستور کے بنیادی ڈھانچہ میں دخل اندازی نہ کی جائے۔ کمیشن کو ایک سال کی مدت دی گئی تھی، پھر حسب ضرورت تین بار اس کو اضافی مدت دی گئی، اور کمیشن نے دو سال بعد 31 / مارچ ۲۰۰۲ء کو اپنی رپورٹ حکومت ہند کو پیش کی۔ رپورٹ 1979 / صفحات پر مشتمل دو جلدوں میں تھی۔ کمیشن نے الیکشن سے متعلق امور میں کچھ اصلاحات کی تجویز پیش کی۔ ساتھ دفعہ 262 / جس کا تعلق ملک کی ریاستوں {States} کے مابین پانی کی تقسیم سے متعلق ہے، اس میں بھی ترمیم کی تجویز پیش کی۔ مابعد کی حکومتوں نے ان تجاویز کو قبول نہ کیا۔

دہلی کے انگریزی روزنامہ ”دی ہندو“ میں 25 / فروری ۲۰۱۷ء کو دستوری کمیٹی {NCRWC} سے متعلق جسٹس وینکٹا چالیہ کا مکالمہ شائع ہوا تھا۔ اخبار نے لکھا تھا۔

"In a conversation with The Hindu, Mr. Venkatachaliah said that the bulk of the Commission's recommendations would relate to reforming existing legislation or be in the nature of suggestions for administrative reform. "That on the constitutional side will be very minimal." he said. "And even here is no question of tampering with the basic features." {The Hindu 25 Feb 2001}

ترجمہ: روزنامہ ”دی ہندو“ کے ساتھ ایک مکالمہ میں مسٹر وینکٹا چالیہ نے کہا کہ کمیشن کی سفارشات کا دائرہ موجودہ قانون سازی کی اصلاح سے متعلق ہوگا، یا (کمیشن کی سفارشات) انتظامی اصلاح کے بارے میں مشوروں کے طور پر ہوں گی۔ دستوری جہت میں بہت معمولی ہوگی۔ انہوں نے کہا۔ ”اور یہاں تک کہ (دستور کی) بنیادی خصوصیات کے ساتھ چھیڑ چھاڑ کا کوئی سوال یہاں نہیں۔

### دستور ہند میں تبدیلی کی کوشش

یہ بات اب راز سر بستہ نہ رہی کہ فرقہ پرست قوتیں ملک ہند کو ”ہندو راشٹر“ بنانے کے لیے زبردست کوششیں کر رہی ہیں۔ اسی طرح بعض حقائق یہ بھی ظاہر کرتے ہیں کہ دستور ہند میں تبدیلی کی عملی کوشش ہو چکی ہے، گرچہ کامیابی نہ مل سکی۔ حالیہ چند سالوں میں فرقہ پرستوں نے ملک بھر میں عیسائیوں کو نشانہ بنایا۔ دہلی کی ایک کمیٹی ای ایف آئی {Evangelical Fellowship of India \*EFI Delhi} نے عیسائیوں کے خلاف سال ۲۰۱۴ء میں ہونے والے حملوں کی تحقیقات کر کے ایک رپورٹ تیار کی اور اس رپورٹ کو کتابی شکل میں

### "Hate and Targeted Violence Against CHRISTIANS in India"

کے نام سے شائع کی ہے۔ اس کتاب میں مرقوم ہے کہ جب ۱۹۹۸ء میں پہلی مرتبہ بی جے پی کے زیر قیادت مرکزی حکومت قائم ہوئی تو اس نے سپریم کورٹ کے سابق چیف جسٹس ایم این وینکٹا چالیہ کی قیادت میں دستور ہند {Constitution of India} کا جائزہ لینے کے واسطے ایک اعلیٰ درجائی کمیٹی تشکیل دیا۔ مسٹر وینکٹا چالیہ نے دستور ہند کے بنیادی ڈھانچہ میں تبدیلی لانے سے انکار کر دیا۔ اس نے صرف انتخابی اصلاحات کو ضرورت کا معاملہ قرار دیا۔ اس وقت اٹل بہاری واجپائی کے پاس بی جے پی کے ممبران کی اتنی تعداد نہ تھی کہ از خود حکومت سازی کر سکے، لیکن زیندر مودی کے پاس اتنی تعداد موجود ہے۔ اس کتاب کی عبارت {Passage} درج ذیل ہے۔

"When it first came to national power in 1998, the BJP-led government set up a high-level commission to review the Constitution headed by the former Chief Justice MN Venkatachaliah. He refused to alter the basic structure of the Constitution except for calling for electoral reforms as a matter of urgency. Mr. Vajpayee never had the numbers at that time, but Mr. Modi does."

## {Hate and Targeted Violence Against CHRISTIANS in India page 23}

ترجمہ: جب ۱۹۹۸ء میں بی جے پی پہلی بار مرکز میں قوت میں آئی تو بی جے پی کے زیر قیادت حکومت (این ڈی اے گورنمنٹ) نے سابق چیف جسٹس ایم این ویٹکلا چالیہ کی قیادت میں ایک اعلیٰ سطحی کمیشن دستور ہند کا جائزہ لینے مقرر کیا۔ ویٹکلا چالیہ نے دستور کے بنیادی ڈھانچہ کو بدلنے سے انکار کر دیا، علاوہ اس کے کہ وہ انتخابی اصلاحات کو ضرورت کا ایک معاملہ قرار دیتے رہے۔ واجپائی اس وقت ہرگز (ممبران پارلیمنٹ کی ضروری) تعداد نہیں رکھتے تھے، لیکن مودی یہ کر سکتا ہے۔

## مودی حکومت اور قوانین ہند

26 / مئی ۲۰۱۴ء کو وزیر مودی کی حکومت قائم ہوئی۔ ابھی حکومت سازی کو ایک ماہ بھی نہ ہوا تھا کہ 24 / جون ۲۰۱۴ء کو وزیر قانون و انصاف {Minister for Law and Justice} روی شنکر پرساد کی جانب سے لاکیشن کو ایک خط بھیجا گیا، جس میں لاکیشن سے ملک کے موجودہ قوانین کے بارے میں مشورے اور سفارشات طلب کی گئی تھیں۔ مودی حکومت کا ایک مہینہ بھی مکمل نہ ہوا تھا، اور قانون میں تبدیلیوں کی حکمت عملی تیار ہونے لگی۔ واجپائی حکومت کا دواہ بھی مکمل نہ ہوا تھا کہ پی سی جین کمیشن تشکیل دیدی گئی۔ الحاصل یہ خط ملنے پر لاکیشن نے ایک پانچ رکنی کمیشن تشکیل دی، تاکہ موجودہ قوانین پر غور و فکر کیا جاسکے۔ لاکیشن نے اس کمیٹی کی پہلی رپورٹ 12 / ستمبر ۲۰۱۴ء کو وزیر قانون و انصاف کو پیش کی، پھر دوسری رپورٹ 13 / اکتوبر ۲۰۱۴ء کو وزیر قانون و انصاف کو پیش کی۔ تیسری رپورٹ 29 / اکتوبر ۲۰۱۴ء کو وزیر قانون و انصاف کو پیش کی۔

وزیر اعظم نریندر مودی نے بھی یکم ستمبر ۲۰۱۴ء کو دورکنی کمیٹی تشکیل دی تھی، تاکہ مرکزی قوانین پر وہ اپنی سفارشات پیش کرے۔ 5 / نومبر ۲۰۱۴ء کو اس کمیٹی نے اپنی رپورٹ پیش کر دی۔ یہ ایک طویل رپورٹ ہے۔ یہ رپورٹ چار جلدوں پر مشتمل ہے۔ جلد اول کے دو حصے ہیں۔ جلد سوم کے تین حصے ہیں۔ جلد چہارم کے پانچ حصے ہیں۔ ان جلدوں اور حصوں کے صفحات درج ذیل ہیں۔

(۱) جلد اول، حصہ اول (۶۳۸/صفحات) (۲) جلد اول، حصہ دوم (۴۷۶/صفحات) (۳) جلد دوم (۳۸۵/صفحات) (۴) جلد سوم، حصہ اول (۳۱۶/صفحات) (۵) جلد سوم، حصہ دوم (۳۱۷ تا ۶۱۳/صفحات) (۶) جلد سوم، حصہ سوم (۳۳/صفحات) (۷) جلد چہارم، حصہ اول (۷۰۵/صفحات) (۸) جلد چہارم، حصہ دوم (۳۲۴/صفحات) (۹) جلد چہارم، حصہ سوم (۶۵۶/صفحات) (۱۰) جلد چہارم، حصہ چہارم (۱۱۶/صفحات) (۱۱) جلد چہارم، حصہ پنجم (۴۸/صفحات)

## عجالت پسندانہ رپورٹ

یہ رپورٹ کل تین ہزار نو سو اٹھانوے (۳۹۹۸) صفحات کی ہوئی۔ کیا صرف دو ماہ میں دو آدمی چار ہزار صفحات لکھ سکتے ہیں؟ یعنی دو ماہ میں ہر ایک رکن نے دو ہزار صفحہ لکھا۔ یہاں صرف لکھنا ہی نہیں ہے، بلکہ ان قوانین میں غور و فکر کر کے فیصلہ کرنا ہے کہ وہ اب قابل عمل ہیں یا نہیں؟ اس سے متعلق پرانی رپورٹوں کو بھی پڑھنی ہے، اور موجودہ حالات کا بھی جائزہ لینا ہے۔ کیا پہلے سے کوئی سوچی سمجھی اسکیم تھی؟ جب سنگھ پر یو آر {RSS & Others} آزادی ہند سے پہلے ہی ملک کو ہندو راشٹر بنانے کا پلان بنا چکا ہے اور اس کے لیے مسلسل کوششیں بھی کر رہا ہے تو اس تناظر میں روز روشن کی طرح واضح ہو جاتا ہے کہ یہ سب پہلے ہی سے طے شدہ امور ہیں۔ ہاں، بی جے پی کی حکومت قائم ہونے پر کسی طور پر کسی کمیشن کا قیام کر دیا جاتا ہے اور اس کمیشن کے ذریعہ سنگھ پر یو آر اپنے خفیہ مقاصد کی تکمیل کرنا چاہتا ہے۔ کمیشن کو اتنی مہلت بھی فراہم نہیں کی جاتی ہے کہ وہ اطمینان بخش رپورٹ پیش کرے۔ ایک قانون بنانے کے لیے کئی دنوں تک پارلیمنٹ میں بحث ہوتی

ہے، جس پر لوک سبھا اور راجیہ سبھا کے ممبران بحث کرتے ہیں، پھر صدر جمہوریہ کو اس پر غور و فکر کا موقع فراہم کیا جاتا ہے۔ ایسے مضبوط قوانین، چند لمحوں اور چند لوگوں کے غور و فکر اور ان کی رپورٹ پر کیونکر مسترد کیے جاسکتے ہیں؟

### مسلم لا کو مسترد کرنے کی کوشش

لکمیشن کی رپورٹ: 248 کے ضمیمہ دوم {Appendix-II} میں ان قوانین کی فہرست دی گئی ہے، جن کو مسترد کرنے کی سفارش ماقبل کی کسی کمیٹی نے کیا ہو، لیکن ابھی تک حکومت نے ان قوانین کو منسوخ نہ کیا ہو۔ اس باب کا عنوان درج ذیل ہے۔

**Laws Recommended for Repeal by Various Commissions but Not Undertaken for Repeal by Government {Law Commission of India, Report No.248 Page 119}**

مندرجہ بالا عنوان کے ذیل میں جین کمیشن رپورٹ کے حوالہ سے درج ذیل مسلم قوانین کو شامل کیا گیا ہے۔ یعنی یہ قوانین قابل تنسیخ ہیں۔

- 1-Muslim Personal Law {Shariat} Application Act, 1937 {26 of 1937}
  - 2-Dissolution of Muslim Marriages Act, 1939 {8 of 1939}
  - 3-Kazis Act, 1880 {12 of 1880}
  - 4-Cutchi Memons Act, 1938 {10 of 1938}
- {Law Commission of India, Report No.248 Page 136}

1-Mussalman Waqf Validating Act, 1913 {6 of 1913} 2-Mussalman Wakf Validating Act, 1930 {32 of 1930} {Law Commission of India, Report No.248 Page 124}

جس طرح بار بار جین کمیشن رپورٹ کا حوالہ دیا جا رہا ہے، اس سے یہ بات بالکل واضح ہو جاتی ہے کہ ملک میں اسلامی تشخص کو تباہ کرنے کا خاکہ جین کمیشن کے ذریعہ تیار کر دیا گیا ہے۔ اب اسی حوالہ سے تمام خصوصی قوانین منسوخ کر دیئے جائیں گے۔ حالانکہ جین کمیشن نے خود ہی اقرار کیا ہے کہ ہماری رپورٹ جلد بازی میں تیار ہوئی ہے۔ پہلی بار بی جے پی نے مخلوط حکومت بنایا، اس اختلاطی حالت میں بھی خاکہ نویسی کر دی گئی تو اب جبکہ اکثریت کے ساتھ بی جے پی مرکز میں برسر اقتدار ہے، وہ کیا کچھ نہیں کر سکتی ہے۔ ابھی راجیہ سبھا میں بی جے پی کو اکثریت حاصل نہیں۔ بس انتظار ہے کہ راجیہ سبھا میں اکثریت مل جائے، پھر اپنے عزائم کی تکمیل بزور قوت ہوگی۔

لکمیشن نے تیسری رپورٹ 29 / اکتوبر ۲۰۱۴ء کو وزیر قانون و انصاف کو پیش کی۔ اس رپورٹ میں جین کمیشن کی رپورٹ کا حوالہ دے کر وقف سے متعلق درج ذیل دونوں قانون کو مکمل مسترد کرنے کی سفارش کی گئی ہے۔

1-Mussalman Waqf Validating Act, 1913 {6 of 1913} 2-Mussalman Wakf Validating Act, 1930 {32 of 1930} {Law Commission of India, Report No.250 Page 3,4}

جین کمیشن رپورٹ کے حالات ماقبل میں لکھ دیئے گئے ہیں کہ اس رپورٹ میں تحقیق و تفتیش قابل اطمینان حد میں نہ کی جاسکی ہے۔ اس حقیقت کے باوجود جین کمیشن رپورٹ کو اتنا بلند درجہ دیا جا رہا ہے، جیسا کہ وہ سپریم کورٹ کا فیصلہ یا پارلیامنٹ سے پاس شدہ کوئی قانون

ہو۔ رپورٹ اور سفارش کی اہمیت ملک ہند میں یہ ہے کہ نہ جانے آج تک کتنی رپورٹیں تیار ہوئیں، وہ فائلوں میں بند پڑی ہیں، کوئی اسے دیکھنے والا بھی نہیں۔ سچر کمیٹی رپورٹ، رگناتھ مشرا کمیشن رپورٹ اور ملکی عوام کی بھلائیوں سے متعلق کمیٹیوں اور کمیشنوں کی بہت سی سفارشات توجہ کی محتاج ہیں اور وقت کی ضرورت بھی، لیکن اہل حکومت کی جانب سے طفل تسلیوں کے علاوہ کچھ بھی قوم کو نہ مل سکا ہے۔ لگتا ہے کہ جین کمیشن رپورٹ کو ایک مہرہ بنا کر ملکی قوانین اور نظم و نسق کو زیر کرنے کی پلاننگ ہے۔ یوپی میں یوگی حکومت قائم ہوتے ہی ہاتھ پاؤں مارنا شروع کر چکی ہے۔ انتخابات میں ووٹنگ مشینوں میں دست اندازی کی شکایتیں بھی موصول ہو رہی ہیں۔ اب مسلمانان ہند کی بیداری، ووٹنگ مشین کی اصلاح اور بہار کے عظیم اتحاد (مہا سنگٹھن) کی طرح تمام سیکولر پارٹیوں کا اتحاد ایک لازمی امر ہو چکا ہے۔

### جسٹس سچر کا انٹرویو

دہلی ہائی کورٹ کے سابق چیف جسٹس اور سچر کمیٹی کے سربراہ ترانوے سالہ جسٹس راجندر پچرنے ۱۷/اپریل ۲۰۱۷ء کو پٹنہ میں ایم آئی خاں سے بات کرتے ہوئے آرائس ایس {RSS} کے بعض خفیہ مقاصد پر روشنی ڈالی۔ اتر پردیش میں یوگی آدیتھ ناتھ کو چیف منسٹر مقرر کیے جانے کے بعد یہ مکالمہ ہوا۔ اس انٹرویو کو ایک ویب سائٹ ”ریڈف ڈاٹ کام“ نے شائع کیا۔ چونکہ یہ ایک تاریخی مکالمہ ہے، اس لیے اس انٹرویو کے اہم پیرا گراف ذیل میں درج کیے جاتے ہیں۔

1-The RSS has now made up its mind that 2019 is its target to declare India a Hindu Rashtara after the BJP returns to power, I think the danger of which is not being realised by the Opposition parties. Putting Yogi Adityanath in the CM's seat two years before the 2019 Lok Sabha Polls is something to be read carefully. All Hindus have nothing to do with the RSS and are not its supporters or sympathisers. They belong to different cultures, different traditions, have different food habits.

2-What happens if the RSS pushes its agenda of a Hindu Rashtara?

It is not possible and when I say not possible, I mean there will be lost of resistance. If India declared itself a Hindu Rashtara, it will not progress. There will certainly be resistance by Hindus themselves in different parts of the country. They will be the biggest hurdle.

A large number of people do not want a Hindu Rashtara at all. Today there may only be a few people who are vocal against it. {The Shiromani} Akali Dal in Punjab will never want a Hindu Rashtara. It will not support it.

Minorities, not only Muslims, but Christians and sikhs are also against it. Who wanted the British empire? Nobody wanted British rule. Ultimately

people fought against it and won.

3-To avoid danger of 2019, I would suggest that Opposition parties come together.

4-BJP leaders including Union ministers have said, Muslims should no longer be treated as a minority as their population has grown?

Not only Muslims, Christians, Jains. Sikhs are religious minorities. They are minorities because they belong to different religious with a population less than the majority community.

There is no question that Muslims will not be minorities in India. If we remove the minority tag from Muslims, then we cannot be a member of the United Nations. The International community will boycott us.

It has been clearly mentioned in the UN's minority council that a special commission should be set up for minorities in each country. The council also recommended a targeted approach for the upliftment of the minority communities. {Rediff.com News April 17 2017 08: 57 IST}

(۱) جسٹس سچرنے اس انٹرویو میں خدشہ ظاہر کیا ہے کہ ۲۰۱۹ء کے لوک سبھا الیکشن میں بی جے پی کی کامیابی کے بعد آرائیس ایس {RSS} ملک کے ہندو راشٹر ہونے کا اعلان کر دے گا۔ اتر پردیش میں یوگی چیف منسٹر بنانا بھی اسی سازش کا ایک حصہ معلوم ہوتا ہے۔ شاید سیاسی پارٹیاں اس خطرہ کو بھانپ نہیں پا رہی ہیں۔

(۲) جسٹس سچرنے کہا کہ سارے ہندوؤں کا آرائیس ایس سے کچھ لینا دینا نہیں ہے، اور ہندوؤں کی ثقافت، روایت اور کھانے پینے کی عادات مختلف ہیں۔ جسٹس سچرنے کہا کہ آرائیس ایس اس مقصد میں کامیاب نہیں ہو سکے گا، کیونکہ بہت سے ہندو بھی ”ہندو راشٹر“ نہیں چاہتے۔ اور صرف مسلمان ہی نہیں، بلکہ سکھ اور عیسائی بھی اس کی مخالفت کریں گے۔

(۳) جسٹس سچرنے کہا کہ ۲۰۱۹ء کے خطرہ سے بچنے کے لیے وہ تجویز دیں گے کہ تمام مخالف سیاسی پارٹیوں کو ایک ساتھ آ جانا چاہئے۔

(۴) سوال ہوا کہ بی جے پی کے بہت سے ارکان چاہتے ہیں کہ مسلمانوں کو اقلیتی طبقہ قرار نہ دیا جائے، کیونکہ ان کی آبادی بڑھتی

جارہی ہے؟

جسٹس سچرنے جواب دیا کہ صرف مسلمان ہی نہیں، بلکہ عیسائی، جین اور سکھ بھی اقلیت ہیں، کیونکہ ان کی آبادی اکثریتی طبقہ سے کم ہے۔ اگر ہم مسلمانوں کو اقلیت قرار نہ دیں گے تو ہم اقوام متحدہ کے ممبر نہیں رہ سکتے، عالمی برادری ہمارا بایکاٹ کرے گی۔ اقوام متحدہ مانٹریٹ کمیشن یہ بات واضح طور پر بیان کر چکا ہے کہ ہر ملک میں اقلیتوں کے لیے ایک خصوصی کمیشن قائم کیا جانا چاہئے۔

اللہ تعالیٰ جہاں بھر کے مسلمانوں کی جان و مال، عزت و آبرو کی حفاظت فرمائے۔ آمین بجزمۃ النبی الامین صلوٰات اللہ تعالیٰ وسلامہ علیہ وعلیٰ آلہ واصحابہ اجمعین۔

خضر راہ

## سپریم کورٹ کا ”اسلامی فیصلہ“؟

از: صادق رضا مصباحی (ممبئی)

اس کالم میں قارئین و دانشوران ملت کے مختلف مسائل پر خیالات اور حاصل مطالعہ وغیرہ شامل کیے جاتے ہیں۔ (ادارہ)

نر بھیا کیس کے مجرموں کی پھانسی کی سزا کی تصدیق کر کے عصمت دری کی اسلامی سزا کو نادانستہ طور پر قبول کرنے والی سپریم کورٹ طلاق ثلاثہ اور یکساں سول کوڈ پر ایک نہ ایک دن تھک ہار کر وہی کہے گا جو اسلام کہتا آرہا ہے۔ میڈیکل کی طالبہ نر بھیا کی اجتماعی عصمت دری اور اس کی دردناک موت کے مجرمین کی پھانسی کی سزا پر جوں ہی سپریم کورٹ نے اپنا مہر ثبت کیا تو پورے ملک سے واہ واہ کی صدائیں بلند ہونے لگیں اور اس فیصلے کو انصاف کے تقاضوں کے مطابق قرار دیا جانے لگا۔ میں سوچنے لگا کہ انسان فطرت سے چاہے کتنی بھی بغاوت کر لے، مگر اسے راحت فطرت کے دامن ہی میں ملتی ہے۔ آج ملک میں ہندوؤ کے پرستاران، اسلامی تعلیمات کے خلاف اپنی بھڑاس نکال رہے ہیں اور بی جے پی حکومت پورے ملک کو ہندوؤ کے رنگ میں رنگنے کے ہزار جتن کر رہی ہے، مگر اسے آنا وہیں ہے، جہاں فطرت اسے لے جانا چاہتی ہے۔ زانیوں کی سزا موت ہی ہونی چاہیے، یہی قانون فطرت ہے۔ یہ بات دنیا کی عدالتوں کو آج سمجھ میں آئی ہے، مگر اسلام قریباً ساڑھے چودہ سو برسوں سے یہی سمجھاتا آرہا ہے، لیکن چھوٹی اور سطحی عقلوں نے ہمیشہ اسے اپنے ذہنی فریم ورک میں فٹ کرنے کی کوشش کیں، مگر ناکام رہیں۔ سائنس کہتی ہے کہ دنیا اب تک اپنی عقل کا صرف پانچ فیصد حصہ ہی استعمال کر سکی ہے۔ ظاہر ہے کہ پانچ فیصد عقل والا انسان اس حکم کو کیسے سمجھ سکتا ہے جس میں سو فیصد حکمت و دانش استعمال کی گئی ہو۔ انسان بڑے گہرے مطالعے، مشاہدے اور تجربے سے جہاں پہنچتا ہے، اسلامی حکم ایک جست میں اسے وہاں پہنچا دیتا ہے۔ قرآن کریم نے زانیوں کو ساڑھے چودہ سو سال قبل ہی مجمع عام کے سامنے سنگ سار کرنے اور کوڑے مارنے کا حکم دیدیا تھا۔ اس سیاق میں سپریم کورٹ کے اس فیصلے کو دیکھیں تو یہ پھانسی بھی تقریباً ویسی ہی ہے جو اسلام صدیوں پہلے دے چکا ہے۔ پھانسی کی سزا، اسلامی حکم سنگساری اور کوڑے لگانے کے برابر تو نہیں، البتہ اس سے کچھ ملتی جلتی ضرور ہے۔ دور رسالت میں بھی زانی اور زانیہ کو مجمع عام کے سامنے سنگ سار کیا جاتا تھا، تاکہ وہ دوسروں کے لیے درس عبرت بن جائے اور سپریم کورٹ کی پھانسی کی سزا بھی دوسروں کے لیے درس عبرت ہے۔ یہ الگ بات ہے کہ حکومتیں کسی وجہ سے اس سزا کے عمل کو مشہور نہیں کرتیں، تاہم پھانسی کی سزا کا اعلان اور پھر پھانسی کا عمل، یہ دونوں ہی سزا کی سنگینی، ہیبت اور انتباہ کی طرف اشارہ کرتے ہیں اور یہی ہیبت اور انتباہ عصمت دری کے مجرمین کے لیے اسلام کا مقصود بھی ہے، تاکہ وہ مستقبل میں ایسا کام کرنے کا تصور بھی نہ کر سکیں۔ آگے بڑھنے سے قبل ایک نظر اس کیس پر بھی ڈال لیں۔

۱۶ دسمبر ۲۰۱۲ء کورٹ کے قریب ساڑھے نو بجے جنوبی دہلی کے ”منیر کا“ علاقے میں ۲۳ سالہ میڈیکل کی طالبہ نر بھیا اپنے دوست کے ساتھ پالم وہاں واقع اپنے گھر جانے کے لیے بس کا انتظار کر رہی تھی کہ وہاں ایک سفید بس آ کر رکی، اس میں سے ایک شخص اتر ا اور ان

دونوں سے بس میں چڑھنے کو کہا۔ یہ دونوں بس کے لیے ہی کھڑے تھے، سوچا ہوگا کہ وہ اپنی منزل مقصود تک پہنچ جائیں گے، مگر وہاں کچھ اور ہی ان کا منتظر تھا۔ بس میں ڈرائیور سمیت کل چھ افراد تھے۔ انہوں نے نہ بھیا کے ساتھ درندگی کی انتہا کر دی، بس چلتی رہی اور یہ حیوان اس کی اجتماعی عصمت دری کرتے رہے۔ نہ بھیا چیختی رہی، مگر بے سود۔ اسے اور اس کے دوست کو وہ لوگ بری طرح مار پیٹ کر مہی پال پور فلائی اور کے قریب پھینک کر چلے گئے اور انہیں ایک پی سی آر وین نے زخمی حالت میں صفدر جنگ اسپتال پہنچایا۔ نہ بھیا اسپتال میں موت و زندگی سے لڑتی رہی، پورے ملک میں ہنگامہ ہوتا رہا۔ معاملے کی سنگینی کو دیکھتے ہوئے اس وقت کے وزیراعظم من موہن سنگھ اور کانگریس صدر سونیا گاندھی اسے لے کر سنگاپور کے اسپتال گئے، جہاں ۲۹/ دسمبر کو اس نے دم توڑ دیا۔ حادثے کے مجرم ۲۹/ سالہ مکیش، ۲۲/ سالہ پون، ۲۳/ سالہ و ن شرما اور ۳۱/ سالہ اکشے کمار سنگھ کو گرفتار کیا گیا۔ ایک اور مجرم رام سنگھ نے تہاڑ جیل میں ہی خودکشی کر لی اور یوں وہ اپنے کیفر کردار تک پہنچا۔ اس جرم میں ایک نابالغ لڑکا بھی شامل تھا جو تین سال چائلڈ ہوم میں قید کیے جانے کے بعد رہا ہو گیا۔ معاملہ کورٹ پہنچا تو فاسٹ ٹریک عدالت نے مجرموں کے لیے پھانسی کی سزائیں کی، اس سزا کو دہلی ہائی کورٹ میں چیلنج کیا گیا اور دہلی ہائی کورٹ نے بھی ۱۲/ مارچ ۲۰۱۳ء کو ذیلی عدالت کے فیصلے کو برقرار رکھا۔ مجرموں کے وکلاء نے سپریم کورٹ جانے کی ٹھانی کہ شاید کچھ نرمی مل جائے، مگر سپریم کورٹ نے بھی ۵/ مئی کو پھانسی کی سزا پر مہر لگا دی۔ ماہرین کہتے ہیں کہ مجرموں کو پھانسی کی سزا ملنے میں ابھی وقت لگ سکتا ہے، اس کی ایک وجہ تو یہ ہے کہ مجرموں کے وکیل نے سپریم کورٹ ہی میں ریویو اور کیوریوٹو پیشینہ دائر کرنے کو کہا ہے۔ اگر سپریم کورٹ نے انہیں راحت نہیں دی تو پھر وہ صدر جہوریہ کے پاس رحم کی درخواست کر سکتے ہیں۔ ممکن ہے کہ صدر جہوریہ ہند اس پھانسی کو سزا کو معطل کر دیں، مگر یہ تو یقین سے کہا جا سکتا ہے کہ ظلم و بربریت کے ساتھ اجتماعی عصمت دری کرنے والے مجرمین کی سزا پھانسی کے سوا کچھ اور نہیں ہو سکتی۔

ملک میں ہر سال ۳۰/ ہزار سے زائد عصمت دری کے واقعات ہوتے ہیں اور یہ وہ واقعات ہیں جن کی رپورٹ پولیس اسٹیشنوں میں درج ہوتی ہے، ورنہ اس کا فیصد تو کئی گنا زیادہ ہے۔ نیشنل کرائم ریسرچ کے سروے کے مطابق عصمت دری کے واقعات میں اضافہ ہی ہو رہا ہے۔ ملک میں ہر گھنٹے میں عصمت دری کا ایک واقعہ رونما ہوتا ہے اور قبائلی یا لورکلاس کی بچیاں زیادہ متاثر ہوتی ہیں۔ ہندوستان میں عصمت دری چوتھا بڑا کامن جرم ہے۔ آئین ہند کی دفعہ ۳۷۶ عصمت دری سے متعلق ہے۔ ۱۹۸۳ء سے قبل اس دفعہ کے تحت عصمت دری کے مجرمین کو زیادہ سے زیادہ ایک مہینے کی سزا دی جاتی تھی اور جب اس طرح کے کیسوں میں اضافہ ہوا تو پھر ترمیم کر کے سخت سزائیں کی گئی اور اسے سات سال کیا گیا اور خاص کیسوں میں دس سال کی سزا رکھی گئی۔ نہ بھیا کے کیس میں بھی متعلقہ شق میں ترمیم کی گئی تھی اس میں زیادہ سے زیادہ سخت سزا کی تجویز منظور ہوئی اور سپریم کورٹ نے جدید ترمیم شدہ شق کی روشنی میں پھانسی کی سزا کی تصدیق کر دی۔ ۱۵/ سال قبل ۲۶/ نومبر ۲۰۰۲ء کو لوک سبھا میں اُس وقت کے نائب وزیراعظم لال کرشن اڈوانی نے زانیوں کو سزائے موت دیے جانے کی تجویز پیش کی تھی، لیکن اس وقت ان کی تجویز کی بہت مخالفت ہوئی تھی لیکن آج جب سپریم کورٹ کے ذریعے اسی سزا کی تصدیق ہو چکی ہے تو کسی بھی طرف سے مخالفت کی کوئی بھی آواز نہیں اٹھ رہی، کیوں؟ اب زمانہ بہت آگے بڑھ چکا ہے، پندرہ سال گزر چکے ہیں، افکار میں حیرت انگیز تبدیلی رونما ہو چکی ہے اور اسلام کا بد سے بدتر دشمن بھی نادانستہ طور پر اسی کی طرف قدم اٹھا رہا ہے، جہاں اسلام اسے لے جانا چاہتا ہے۔ اس تناظر میں دیکھیں کہ آج طلاق ثلاثہ، یکساں سول کوڈ اور خواتین کے پردے کے متعلق اسلامی ہدایات پر پورے ملک میں ہنگامہ بپا کرنے، تنقیدیں کرنے اور اسے ظلم سے تعبیر کرنے والے ایک دن اسی مقام پر پہنچ جائیں گے جو اسلام کا اصل مقصود ہے، اور پھر اس وقت اسلامی تعلیمات پر اعتراض جتانے والے نام نہاد روشن خیال لوگ خاموش بیٹھ جائیں گے۔ جب ایک دن مسئلے کے حل کے لیے ہزار غور و فکر کے بعد عدالتیں بھی وہی فیصلے صادر کرنا شروع کر دیں گی جو اسلام پہلے ہی صادر کر چکا ہے۔ یکساں سول کوڈ اور طلاق ثلاثہ کا معاملہ سپریم کورٹ میں



پہنچ چکا ہے۔ حکومت ہند بھی طلاق ثلاثہ کے ذریعہ شریعت میں مداخلت کی خواہاں ہے اور ممکن ہے کہ جلد ہی اس سلسلے میں کوئی فیصلہ آجائے۔ اس فیصلے سے مسئلہ حل ہونے کے بجائے اور بڑھ جائے گا اور پھر ایک دن مجبور ہو کر سپریم کورٹ وہی فیصلہ دے گی جو اسلام دلوانا چاہتا ہے، کیوں کہ انسانی عقل اپنے تمام تر تجربات، مشاہدات اور مطالعات کے بعد جہاں پہنچتی ہے وہاں ہمارا دین صدیوں پہلے پہنچ چکا ہوتا ہے۔ دنیا میں جو بھی تخریب کاریاں اور جرائم ہو رہے ہیں، ان کا اصل حل اسلامی تعلیمات میں ہی ہے۔ آج نہیں تو کل ان کا سد باب اسلامی تعلیمات سے ہی ہوگا۔ دنیا کی عدالتیں اور سیکولر اذہان چاہے اسے اپنی عقل اور دانش کا کرشمہ قرار دیں یا اسے عصر حاضر کی مجبوری سمجھیں، مگر واقعہ یہ ہے کہ وہ بالواسطہ طور پر اسلامی تعلیمات تک ہی پہنچ رہے ہیں، چاہے وہ اسلام کا نام نہ لیں یا نہ لیں۔

کہاں ہیں ہندو تو کے حامیان اور اسلام مخالف عناصر؟ ذرا وہ بھی دیکھیں کہ اسلام دھیرے دھیرے ان کی شر رگ تک پہنچ رہا ہے۔ پورے ملک کو ہندو تو کے رنگ میں رنگنے کے لیے ہر ممکن کوشش کرنے والی بی جے پی حکومت، ملک بھر میں چل رہی ہندو تو کی لہر، ۲۰۱۹ء کا مرکزی الیکشن جیتنے کی تیاری، جولائی میں صدر جمہوریہ ہند کی کرسی پر آریس ایس کے اہل کار کو بٹھانے کی تگ و دو، جگہ جگہ گائے کے نام پر مسلمانوں کا قتل، ذبیحہ یا چھوٹی چھوٹی باتوں پر مسلمانوں کی زندگی اجیرن کرنے والا ماحول بنانے والے کیا یہ سمجھ رہے ہیں کہ وہ ملک سے اسلام کو باہر نکال دیں گے؟ انہیں یاد رکھنا چاہیے کہ ظلم و بربریت، نا انصافیوں اور امن و امان کے لیے ترس رہی دنیا اب اپنی فطرت کی تلاش میں ہے۔ اسی لیے دنیا والے غیر محسوس طور پر اسلام کی طرف بڑھ رہے ہیں۔ قانون قدرت ہے کہ انسان کو سکون فطری زندگی گزارنے سے ہی مل سکتا ہے۔ خدا نے انسان کا ذہنی اور جسمانی شاکلہ اس طور پر تخلیق کیا ہے کہ وہ زیادہ دنوں تک خلاف فطرت کام کر ہی نہیں سکتا، تھک ہار کر اسے فطرت کے سامنے سر جھکانا ہی ہے اور فطرت کا اسلام سے بڑا گہرا رشتہ ہے، ایسا رشتہ کہ دونوں لازم و ملزوم ہیں۔ ذہن سے ایک سوال جھانک رہا ہے کہ کیا ایسے حالات میں دشمن، اسلام کی پناہ میں آجائے گا؟ ممکن ہے ایسا ہو جائے، بس ہم اپنا رویہ بدل لیں اور خدا سے اپنے گناہوں کی معافی چاہیں۔

## ماہ رمضان المبارک کا احترام اور تقاضوں کی بجا آوری

غلام مصطفیٰ رضوی (نوری مشن مالیگاؤں)

ماہ رمضان المبارک کی بہاریں جلوہ نما ہیں۔ ہر سال یہ موسم بہار آتا ہے۔ اپنی برکتیں لٹاتا ہے۔ سعادتوں کے توشے بٹتے ہیں۔ رحمتوں کی باد بہاری چلتی ہے۔ برکتوں سے دامن مراد بھر بھر جاتے ہیں۔ اس کی ہر ساعت افضل، ہر لمحہ قیمتی، ہر گھڑی نور نور۔ ایسے ماہ مبارک کو غنیمت جانتے ہوئے اس کی عطا پر اپنی ذمہ داریوں کا احساس کریں۔ اس کے حقوق کی ادائیگی کو وطیرہ بنائیں۔ اس ضمن میں چند نکات درج کیے جاتے ہیں جن پر عمل آوری سے ہم دارین کی سعادتیں پاسکتے ہیں، آخرت کو سنوار سکتے ہیں اور عروج کی منزل پاسکتے ہیں۔

[۱] اللہ تعالیٰ نے ہمیں قسم قسم کی نعمتوں سے نوازا۔ ان میں ایک عظیم نعمت ماہ رمضان ہے۔ اس لیے اس کے ادب و احترام میں کوئی کمی نہ آنے دیں۔ ادب سے زندگی کا وقار ہے۔ ادب سے خوش عقیدگی کی بہار ہے۔ ادب ہی شرف و فضل کے مقام بلند پر فائز کرتا ہے۔ اس لیے رمضان المبارک کے فیوض و برکات سے سرفرازی کے لیے اکرام و احترام کا مظاہرہ کیجیے۔

[۲] تقویٰ کی راہ اپنایے۔ اس لیے کہ ماہ رمضان کا مقصد بھی تقویٰ کا جوہر عطا کرنا ہے۔ روزہ تقویٰ کی تربیت کرتا ہے۔ روزہ باطنی تطہیر کا سامان مہیا کرتا ہے۔ روزہ تزکیہ روح، تعمیر باطن، اصلاح قلب، تعمیر فکر کے ذریعے متقی بناتا ہے۔ اس لیے رمضان کا حق یہ ہے کہ

اس سے تقویٰ کی فکر بیدار کی جائے۔

[۳] تزکیہ نفس کا مرحلہ شوق ہے رمضان المبارک۔ نفس۔ گناہوں کی عادت سے بڑا سخت ہو جاتا ہے، معاذ اللہ! نیکیوں سے رغبت نہیں رہتی۔ روزہ روح کا علاج اور نفس کا محاسبہ کرتا ہے۔

اللہ اللہ کے نبی سے  
فریاد ہے نفس کی بدی سے  
دن بھر کھیلوں میں خاک اڑائی  
لاج آئی نہ ذروں کی ہنسی سے

اعلیٰ حضرت نے ان میں جو معروضہ پیش کیا ہے وہ احتساب نفس سے متعلق ہے۔ دُنیا میں رہ کر دُنیا کی رنگینی اور شرارتِ نفس سے بچ جانا یقیناً مقبولیت کی دلیل ہے۔ بندہ مومن کے لیے ماہِ رمضان اصلاح کا پروانہ ہے جس میں باطنی تربیت سے اصلاحِ نفس کا مرحلہ شوق طے ہوتا ہے۔ اور کامیابی کی منزل ملتی ہے۔

[۴] زکوٰۃ کا نظام معاشی اعتبار سے بہت جامع ہے۔ اس سے جہاں گداگری پر قابو پایا جاسکتا ہے، وہیں مفلسی کے شکار مسلمانوں کی دادرسی بھی کی جاسکتی ہے۔ معاشرے کے دبے کچلے افراد کے لیے زکوٰۃ ایک ایسا سہارا ہے جس کے ذریعے خود کفیل زندگی گزاری جاسکتی ہے۔ ماہِ صیام میں ثواب کی زیادتی کی وجہ سے بڑی تعداد میں مسلمان زکوٰۃ نکالتے ہیں۔ حالاں کہ اصولاً مالکِ نصاب پر نصاب کی مدت جب بھی پوری ہو، زکوٰۃ نکالنی ضروری ہے۔ بہر کیف جن کے یہاں زکوٰۃ ماہِ صیام میں ہی نکالنے کی روایت ہے انھیں چاہیے کہ مستحقین کا جائزہ لے لیں۔ بڑی تعداد ان افراد کی بھی ہوتی ہے جو اہل ہوتے ہوئے بھی سوال نہیں کرتے اور صبر اختیار کر کے اپنی حاجت چھپاتے ہیں۔ ایسے افراد تک مدد پہنچائی جائے۔ زکوٰۃ دینے کا عمل احسان کے بجائے رضائے الہی کی خاطر انجام پذیر ہو۔ زکوٰۃ کے اہل غیر اقامتی تعلیمی اداروں کے مقابل اقامتی اداروں کو ترجیح دی جائے۔ مفلوک الحال رشتہ داروں، متعلقین کا خاص خیال رکھا جائے۔

[۵] اللہ تعالیٰ ماہِ صیام میں رزق میں خاص برکت نازل فرماتا ہے۔ دسترخوان کشادہ ہو جاتا ہے۔ انواع و اقسام کی نعمتیں زینت بنتی ہیں۔ ان نعمتوں میں غریبا کبھی شامل کریں۔ جو انواع و اقسام کے کھانوں سے محروم ہیں انھیں بھی حق دار سمجھتے ہوئے لذتِ کام و دہن کا موقع مہیا کریں۔ [۶] معاشرے میں ایسے افراد تلاش کریں جو بیمار ہوں یا ضعیف و ناتواں۔ ان کے علاج کی کفالت کریں۔ ان کے لیے دوا کا نظم کریں۔ ویسے بھی بیماری مبتلا انسان یا سیت کا شکار ہوتا ہے؛ اگر ایسوں کو سہارا دے دیا جائے تو گویا۔ ڈوبتے کو تنکے کا سہارا مل گیا۔

[۷] رمضان المبارک میں نمازوں کی پابندی بھی خوب ہوتی ہے، اسے پورے سال بلکہ ساری زندگی برقرار رکھنے کے لیے عزم کریں۔ [۸] ہم نمازوں سے بڑی کوتاہی کرتے ہیں، اس لیے حساب لگائیں تو یقیناً قضا نمازیں ذمہ میں آئیں گی، الا ماشاء اللہ۔ اس لیے شبِ رمضان میں قضا نمازوں کی ادائیگی کا اہتمام بھی کریں۔ کوشش کریں کہ جو نمازیں باقی ہوں وہ جلد از جلد ادا ہو جائیں، تاکہ ہم صاحبِ ترتیب بن جائیں اور آئندہ ہر نماز وقت پر باجماعت صحیح فکر کے حامل امام کی اقتدا میں ادا کریں۔

[۹] اوقاتِ سحر و افطار میں احتیاط سے کام لیں۔ بعض کا یہ خیال ہوتا ہے کہ اذانِ فجر تک سحر رہتا ہے، یہ غلط ہے۔ اذانِ فجر نماز کے لیے ہے نہ کہ ختمِ سحر کے لیے۔

[۱۰] تراویح بڑی بابرکت نماز ہے۔ اس سے کوتاہی نہ کریں۔ آج یہ بہانہ تراش لیا گیا ہے کہ ۶ ردن یا ۱۰ ردن یا شبینہ پڑھ لیں تو بری الذمہ ہو جائیں گے، جب کہ رمضان کی ہر شب میں ۲۰ رکعت تراویح کی نماز سنتِ مؤکدہ ہے جس کی پاس داری بہر حال ضروری ہے۔

[۱۱] حقوق العباد کی ادائیگی بھی کریں۔ ورنہ ہم عبادتوں کے پابند تو کہلو الیں گے لیکن حقوق ذمہ باقی ہوں گے تو آخرت میں مواخذہ ہوگا۔  
 [۱۲] روزہ میں صبر کا مظاہرہ کریں، غصہ سے روزے کا فیض کم ہونے کا اندیشہ ہے۔ دوسروں پر روزے کا اثر ظاہر کرنے کے بجائے نارمل سلوک کریں تاکہ آپ کے صبر کا اظہار بھی ہو اور روزے کے برکات بھی حاصل ہوں۔ اللہ کریم عمل صالح کی توفیق دے۔ اپنی اور اپنے پیارے محبوب پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی رضا و خوش نودی والی زندگی عطا فرمائے۔ آمین بجاہ سید المرسلین علیہ الصلوٰۃ والسلام

## عید سعید کی خوشیاں

مصطفیٰ رضا غوثی، متعلم جامعہ ضیائیہ فیض الرضا، ددري، سیتا مڑھی (بہار)

عید الفطر کا دن فرحت و سرور منانے اور اللہ تعالیٰ کا شکر یہ ادا کرنے کے لیے مقرر کیا گیا ہے، کیوں کہ آقائے دو جہاں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے: رمضان المبارک کا پہلا عشرہ رحمت کا ہے، دوسرا مغفرت کا اور تیسرا جہنم سے آزادی کا ہے۔ (الترغیب والترہیب ج ۲ ص ۶۴)  
 حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: جب عید الفطر کی مبارک رات آتی ہے تو اسے لیلۃ الجائزہ یعنی انعام کی رات سے پکارا جاتا ہے۔ پھر جب عید کی صبح نمودار ہوتی ہے تو اللہ عزوجل فرشتوں کو زمین پر بھیج دیتا ہے جو ساری گلیوں، کوچوں اور راہوں میں پھیل کر آواز لگاتے ہیں۔ اے نبی آخر الزماں صلی اللہ علیہ وسلم کی امت! اس رب کریم کی طرف چلو جو بہت ہی زیادہ عطا کرنے والا اور بڑے سے بڑا گناہ معاف فرمانے والا ہے۔ پھر ارشاد باری تعالیٰ ہوتا ہے۔ اے میرے بندو! مانگو، کیا مانگتے ہو۔ میری عزت و جلال کی قسم! آج کے روز کے اس اجتماع (نماز عید) میں اپنی آخرت کے بارے میں جو کچھ سوال کرو گے، وہ پورا کروں گا اور جو کچھ دنیا کے بارے میں مانگو گے، اس میں تمہاری بھلائی کی طرف نظر فرماؤں گا (یعنی اس معاملے میں وہ کروں گا جس میں تمہاری بھلائی ہو کہ بسا اوقات انسان وہ چیز مانگنے لگتا ہے کہ جس میں اس کے لیے نقصان ہو) میری عزت کی قسم! جب تک تم میرا لحاظ رکھو گے، میں بھی تمہاری خطاؤں پر پردہ پوشی فرماؤں گا۔ میری عزت و جلال کی قسم! میں تمہیں حد سے بڑھنے والوں (مجرموں) کے ساتھ رسوائی کروں گا پس اپنے گھروں کی طرف مغفرت یافتہ لوٹ جاؤ، تم نے مجھے راضی کر لیا میں بھی تم سے راضی ہو گیا۔ (الترغیب والترہیب ج ۲ ص ۳۰)

ہم اللہ تعالیٰ کے انہیں انعام و اکرامات، فضل و کرم پر عید کے دن خوشیاں مناتے ہیں اور شکرانے کے طور پر دو رکعت نماز بھی پڑھتے ہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ”قُلْ بِفَضْلِ اللَّهِ وَبِرَحْمَتِهِ فَبِذَاكَ الْكَفَّيْفُ حُ“ (سورہ یونس: آیت ۵۸) ترجمہ: تم فرماؤ اللہ عزوجل ہی کے فضل اور اسی کی رحمت ہے، اس پر چاہیے کہ خوشی کریں۔

عید کی صحیح خوشی کا مطلب یہی ہے کہ اچھا کھانے اور پہننے کے ساتھ عبادات و ریاضات اور صدقات و خیرات کی کثرت کی جائے۔ اچھا کھانے اور پہننے کا حکم اس لیے ہے کہ بندہ اس دن اللہ تعالیٰ کا مہمان ہوتا ہے، اسی لیے اس دن کا روزہ بھی حرام کر دیا گیا ہے، اور مہمان اچھا کھاتا بھی ہے اور اچھا پہنتا بھی ہے، یہی وجہ ہے کہ ہمارے سرکار علیہ الصلوٰۃ والسلام اچھا کھاتے بھی تھے اور اچھا پہنتے بھی تھے۔ حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رقم طراز ہیں: حضور اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام عید کے دن خوب صورت اور عمدہ لباس زیب تن فرماتے۔ حضور اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ایک حلہ فاخرہ تھا جو عید کے موقع پر شعائر اسلام یعنی عید سعید کے اعزاز کے لیے زیب تن فرماتے۔

حلہ جوڑے کو کہا جاتا ہے اور کبھی آپ سبز و سرخ دھاری دار چادر جو یمن کی تھی اوڑھ لیا کرتے اور آپ کی عادت کریمہ تھی کہ عید کے دن عید گاہ جانے سے پہلے چند کھجوریں تناول فرمالیا کرتے، جن کی تعداد طاق عدد ہوا کرتی کیوں کہ روزہ سے نگاہ کمزور ہوتی ہے، جب کہ میٹھی

چیزوں سے نگاہ کو تقویت پہنچتی ہے طاق کی رعایت اس لیے فرماتے کہ اللہ تعالیٰ طاق ہے اور طاق کو پسند فرماتا ہے۔ اور آقائے دو جہاں علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مالک نصاب پر صدقہ فطر بھی اسی لیے واجب فرمایا ہے، تاکہ غریبا اور مساکین بھی اچھا کھانا کھا کر اور اچھا پہن کر عید کی خوشیوں میں شریک ہو سکیں۔

حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے: حضور علیہ السلام نے صدقہ فطر اسی لیے واجب فرمایا ہے، تاکہ لغوا ور بے ہودہ کام سے روزہ کی طہارت بھی ہو جائے اور مساکین کے خورد و نوش کا انتظام بھی۔ (مشکوٰۃ ص ۱۶۰)

اگر عمدہ کھانا اور لباس فاخرہ دستیاب نہ ہو تو اللہ تعالیٰ کی طاعت و بندگی اور عبادت و ریاضت ہی میں عید کی خوشیاں پنہاں ہیں اور ایسے افراد کے لیے عبادات و ریاضات میں مشغول رہنا اپنے مولیٰ کی خوشنودی طلب کرنا ہی عید کی خوشیاں منانا ہے۔ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عید کے دن اپنے فرزند کو پرانے کپڑے میں ملبوس دیکھا تو رو پڑے۔ بیٹے نے عرض کیا۔ ابا جان! آپ کیوں رورہے ہیں؟ فرمایا۔ بیٹا! مجھے اندیشہ ہے کہ جب دوسرے بچے تجھے اس پھٹے پرانے لباس میں دیکھیں گے تو تیرا دل ٹوٹ جائے گا۔ اس پر بیٹے نے بڑا ہی پیارا جواب دیا۔ ابا جان! دل تو اس کا ٹوٹے گا جس نے رب کائنات کی خوشنودی کو نہ پایا ہو، یا ماں باپ کی نافرمانی کی ہو، لیکن مجھے امید ہے کہ آپ کی خوشنودی کے طفیل اللہ تعالیٰ بھی مجھ سے راضی ہوگا۔ بیٹے کے اس جواب پر حضرت عمر رو پڑے، پھر اس کو سینے سے لگا کر بہت سی دعاؤں سے نوازا۔ (مکاشفۃ القلوب ص ۷۱۰)

یہ ہے عمر فاروق اعظم کے فرزند کی عید سعید کہ جس کی خوشیاں انہوں نے پھٹے پرانے لباس میں ملبوس ہو کر صرف اللہ تعالیٰ کی اطاعت و فرماں برداری سے معمور ہوتے ہوئے منائیں۔ اس ظاہری غربت کی جھلک یہاں بھی ملتی ہے کہ حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہزادیاں عید سے ایک دن پہلے آپ کی خدمت مبارکہ میں حاضر ہو کر عرض گزار ہوئیں۔ ابا جان! کل عید کا دن ہے، ہم کون سے کپڑے پہنیں گی؟ آپ نے فرمایا۔ جن کپڑوں کو تم نے پہن رکھا ہے، انہیں کو آج دھو لو اور کل پہن لینا۔ بچیوں نے عرض کیا۔ نہیں ابا جان! آج ہمیں نئے کپڑے بنوادیں تو آپ نے فرمایا۔ اے میری بچیو! عید کا دن اللہ کی عبادت کرنے اور اس کا شکر یہ ادا کرنے کے لیے ہوتا ہے، نئے کپڑے پہننا ضروری تو نہیں۔ بچیوں نے عرض کیا۔ ابا جان! آپ کی بات صحیح ہے، لیکن کل جب ہماری سہیلیاں ہمیں پرانے لباس میں دیکھیں گی تو طعنہ دیں گی کہ امیر المؤمنین کی بیٹیاں ہونے کے باوجود تم نے وہی پرانا لباس پہن رکھا ہے۔ بچیوں کی ان باتوں سے آپ کا دل بھرا آیا۔ آپ نے وزیر مالیات کو بلا کر فرمایا۔ تم مجھے ایک ماہ کی تنخواہ پیشگی لا دو۔ وزیر مالیات بھی بہت نیک سیرت تھا، اس نے عرض کیا۔ حضور! کیا آپ کو یقین ہے کہ ایک مہینہ تک آپ زندہ رہیں گے۔ وزیر کے اس جواب پر آپ بہت خوش ہوئے اور فرمایا: جزاک اللہ، تو نے بے شک عمدہ اور صحیح بات کہی۔ جب وزیر چلا گیا تو آپ نے بچیوں سے فرمایا۔ اے میری بیٹیو! اللہ و رسول کی خوشنودی پر اپنی خواہشات کو قربان کر دو۔ (معدن اخلاق ج ۱ ص ۲۵۷)

غور فرمائیے کہ آپ امیر المؤمنین تھے۔ اگر چاہتے تو اپنی بچیوں کے لیے عمدہ سے عمدہ کپڑوں کا انتظام فرما دیتے، لیکن آپ کے اندر خوف الہی کا یہ حال تھا کہ غیر مناسب طریقے سے حکومتی سرمائے کا ایک دانہ لینا بھی گوارا نہ تھا۔ خیال رہے کہ عید کی خوشی منانے غیر شرعی حرکات ہرگز نہ کی جائیں، جیسے خوشی منانے کے لیے عیاشی اور فحاشی کی جائے، لہو و لعب اور تماشوں سے دل بہلایا جائے، فلمی گانے سنے جائیں، فلم دیکھی جائے اور غیر شائستہ حرکات کا ارتکاب کیا جائے، کیوں کہ انعامات و اکرامات پر خوشیاں منانا منعم حقیقی کی فرماں برداری کرنے سے ہی حاصل ہوگی۔ منعم حقیقی کی نافرمانی کر کے کوئی بھی اس کے انعامات و اکرامات کا مستحق نہیں ہو سکتا۔ آمین

# باغ و بہار

مدارس اسلامیہ کے طلباء و طالبات اور اسکول و کالج کے اسٹوڈنٹس کی قلمی مشق و تربیت کے لیے یہ ایک مستقل کالم ہے۔ اس کالم میں صرف مختصر مضامین {Short Articles} قبول کیے جائیں گے، جو عام فہم ہوں۔ مضمون نگار اپنا نام، ولدیت، سکونت، تعلیم گاہ اور درجہ/کلاس کی تفصیل بھی درج کرے۔ ”باغ و بہار“ کے مضامین اس ای میل پر بھیجیں۔ (ادارہ) tariqueanwer313@gmail.com

## زندگی کی تلاش

صبحی نوری بنت منیف عالم رضوی، مرغیا چک سیتا مرھی (بہار) کلاس نہم: بچینما گرل اسکول، بھدر راوتی ضلع شیوگہ (کرناٹک) ایک عربی دانشور کا قول ہے کہ چھ قسم کی عورتوں سے شادی نہیں کرنی چاہئے۔ (۱) انا تہ: زیادہ رونے والی عورت۔ جو ہر وقت روتی اور کراہتی رہتی ہو۔ یعنی جو دائم المرض ہو یا ہر وقت مریض بنی رہے (۲) حنا تہ: کسی اور کی طرف میلان رکھنے والی عورت، جو اپنے پہلے شوہر کی طرف یا کسی غیر کی جانب مائل رہے (۳) منا تہ: احسان جتلانے والی عورت، جو اپنے شوہر پر احسان جتلائے کہ میں نے تمہارے لیے یہ کیا، وہ کیا (۴) حلاقہ: ایسی عورت جو اپنے شوہر کو خریداری کے لیے تنگ کرے۔ ہر طرف نظر اٹھائے، جو اسے پسند آ جائے، اس کے لیے شوہر کو پریشان کرے۔ تنگ حالات میں بھی اپنی خواہشات پر قابو نہ رکھے (۵) براقہ: چہرہ جمکانے والی عورت، جو عورت ہر وقت زیب و زینت میں مشغول رہے، تاکہ خوبصورت دکھائی دے۔ لوگوں کی نظروں میں بھلی دکھے (۶) شداقہ: منہ پھٹ اور بکواس کرنے والی عورت، جو ہر وقت کبھی رہے۔ بات بات پر جھگڑتی ہو۔ نہ گھر کا کام کاج کرے، بلکہ فارغ رہنا پسند کرے اور اپنی مرضی کی زندگی گزارے۔

ان چھ قسم کی عورتوں میں برکت نہیں ہوتی، لہذا ایسی عورتوں سے شادی سے پرہیز کرنا چاہئے۔ اسی طرح عورتوں کو اوپر بیان کی ہوئی غلط عادات و اطوار سے خود کو محفوظ رکھنا چاہئے۔ ایک اچھی بیوی کے اندر چار خوبیاں ہونی چاہئے۔ (۱) اس کے چہرے پر حیا ہو (۲) اس کی زبان میٹھی ہو (۳) اس کے دل میں نیکی ہو (۴) اس کا ہاتھ کام کاج میں مصروف رہے۔

اس مضمون کا مقصد یہ نہیں ہے کہ اس قسم کی عورتوں سے مردوں کو نفرت دلائی جائے، بلکہ یہ مقصد ہے کہ عورتیں اس قسم کی غلط عادات سے پرہیز کریں۔ عورت گھر کا سکون اور محافظ و امین ہوتی ہے۔ اسی طرح عورت ماں کی حیثیت سے اپنی اولاد کے لیے پہلی معلمہ ہوتی ہے۔ جب ماں کے اخلاق و کردار عمدہ ہوں گے تو لامحالہ اس کے عمدہ اثرات بچوں پر بھی پڑیں گے۔ کیوں کہ ماں باپ کے ظاہر و باطن کا عکس اولاد میں نظر آتا ہے۔ پرانے زمانے سے لوگ کہتے آ رہے ہیں۔ ع / باپ پر پوت پتا پر گھوڑا بہت نہیں تو تھوڑا تھوڑا

## کر و مہربانی تم اہل زمیں پر

محمد فیضان رضا بن منیف عالم رضوی، مرغیا چک سیتا مرھی (بہار) کلاس ہشتم: لڑکا انگلش میڈیم اسکول، بھدر راوتی ضلع شیوگہ (کرناٹک)

ایک نو سالہ بچہ اپنی چھوٹی بہن کے ساتھ مسجد کے ایک گوشے میں بیٹھا ہاتھ اٹھا کر اللہ تعالیٰ سے نہ جانے کیا مانگ رہا تھا؟ اس کے کپڑوں میں پیوند لگے تھے، لیکن کپڑے صاف ستھرے تھے۔ اس کے ننھے ننھے سے گال آنسوؤں سے بھیگ چکے تھے۔ بہت سے لوگ اسی کی طرف متوجہ تھے۔ وہ سب سے بے خبر رب تعالیٰ سے مناجات میں مشغول تھا۔ جیسے ہی وہ اٹھا، ایک اجنبی نے بڑھ کر اس کا ننھا سا ہاتھ پکڑا، اور پوچھا۔ اللہ تعالیٰ سے آپ کیا مانگ رہے تھے؟ اس چھوٹے سے کم عمر بچے نے کہا کہ میرے ابو کا انتقال ہو گیا ہے، ان کے لیے جنت۔ میری امی ہر وقت روتی رہتی ہے، ان کے لیے صبر۔ میری بہن، ماں سے کپڑے مانگتی ہے، اس کے لیے رقم۔ یہ جواب سن کر اجنبی نے سوال کیا۔ کیا آپ اسکول جاتے ہیں؟ بچے نے کہا۔ ہاں، جاتا ہوں۔ اجنبی نے دریافت کیا۔ آپ کس کلاس میں پڑھتے ہیں؟ بچے نے جواب دیا۔ نہیں، انکل! میں پڑھنے نہیں جاتا۔ ماں چنے بنا دیتی ہے، وہ اسکول کے بچوں کو فروخت کرتا ہوں۔ بہت سے بچے مجھ سے چنے خریدتے ہیں۔ ہمارا یہی کام دھندا ہے۔ بچے کا ایک ایک لفظ سامعین کی روحوں میں اتارتا جا رہا تھا۔

کیا تمہارا کوئی رشتہ دار ہے؟ اجنبی نہ چاہتے ہوئے بھی بچے سے پوچھ بیٹھا۔ بچے نے کہا۔ امی کہتی ہیں کہ غریب کا کوئی رشتہ دار نہیں ہوتا۔ امی کبھی جھوٹ نہیں بولتیں۔ لیکن انکل! جب ہم کھانا کھا رہے ہوتے ہیں اور میں کہتا ہوں۔ امی! آپ بھی کھانا کھاؤ تو وہ کہتی ہیں کہ میں نے کھالیا ہے۔ اس وقت لگتا ہے کہ وہ جھوٹ بول رہی ہیں۔ اجنبی نے کہا۔ بیٹا! اگر گھر کا خرچ مل جائے تو تم بڑھو گے؟ بچے نے کہا: بالکل نہیں، کیوں کہ تعلیم حاصل کرنے والے غریبوں سے نفرت کرتے ہیں۔ ہمیں کسی پڑھے ہوئے نے کبھی نہیں پوچھا۔ وہ ہمارے پاس سے گزر جاتے ہیں۔ اجنبی یہ سن کر حیران و پریشان ہو گیا۔ بچے نے کہا کہ میں ہر روز اس مسجد میں آتا ہوں، کبھی کسی نے نہیں پوچھا۔ یہاں آنے والے تمام لوگ میرے والد کو جانتے تھے، مگر ہمیں کوئی نہیں جانتا۔ بچہ رونے لگا اور کہا۔ انکل! جب باپ مر جاتا ہے تو سب اجنبی بن جاتے ہیں؟ بچے کے اس سوال کا جواب کسی کے پاس نہ تھا۔ سب لوگ خاموش تماشائی بنے کھڑے تھے۔ پھر یکے بعد دیگرے لوگ وہاں سے نکلنے لگے۔

اے مسلمانو! ایسے کتنے لاچار و مجبور ہوں گے، جو حسرتوں سے زخمی ہیں۔ آپ اپنے آپ اس موجود ضرورت مندوں، بے سہاروں اور یتیموں کی تلاش کر کے ان کی مدد کریں۔ جس طرح آپ مدرسوں اور مسجدوں میں سینٹ کی تھیلی بھیجتے ہیں، اسی طرح ان غریبوں کے یہاں آٹے اور چاول کے تھیلے بھی بھیجیں، تاکہ حقوق اللہ اور حقوق العباد دونوں کی ادائیگی ہو سکے۔ اللہ تعالیٰ ہم تمام کو نیک عمل کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

## ایک کتے کا عشق رسول اور تاتاریوں کا قبول اسلام

غلام حسین بن خلیل احمد (سد لکھ، کرناٹک) درجہ رابعہ: جامعہ حضرت بلال ثنائی روڈ (بنگلور)

مشہور محدث علامہ ابن حجر عسقلانی شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے تحریر فرمایا کہ منگولوں (تاتاریوں) میں سے ایک حاکم عیسائی ہو گیا تو ایک بار اس کے پاس عیسائیوں اور تاتاریوں کے اکابرین (بڑے لوگ) جمع ہوئے، پس انہیں میں سے ایک آدمی حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی توہین و تنقیص کرنے لگا اور وہاں ایک شکاری کتا بندھا ہوا تھا، پس جب اس کی بدگوئی بڑھ گئی تو وہ کتا اس پر بھڑکا اور اسے نوح ڈالا۔ لوگوں نے اس آدمی کو کتے سے چھڑایا اور بعض حاضرین نے کہا۔ یہ حادثہ آپ کی حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بدگوئی کی وجہ سے ہوا۔ اس آدمی نے کہا۔ ہرگز نہیں، بلکہ یہ کتا ایک غیرت مند کتا ہے، اور میں برابر اپنے ہاتھ سے اشارہ کر رہا تھا تو اس نے سمجھا کہ میں اسے مارنا چاہتا ہوں (اس لیے وہ مجھ پر کود پڑا)، پھر وہ آدمی اپنی گفتگو کی طرف واپس آ گیا (اور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بدگوئی کرنے لگا) پس جب اس آدمی کی بات لمبی ہوئی تو کتا دوسری مرتبہ کودا، اور اس آدمی کے حلق کو پکڑا، اور اسے اکھاڑ ڈالا، اس کی وجہ سے وہ آدمی اسی وقت مر گیا۔ اس

واقعہ کو دیکھ کر قریباً چالیس ہزار منگولوں (تاتاریوں) نے مذہب اسلام قبول کر لیا۔ یہ واقعہ سال ۱۲۰۷ء میں پیش آیا۔ (الدر الکامیہ فی اعیان المائۃ الثانیۃ ج ۳ ص ۱۵۳)

دوستو! اس مجلس میں کوئی مسلمان تو نہ تھا، لیکن اللہ تعالیٰ نے ایک کتے کے ذریعہ اپنے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی عزت و حرمت کی حفاظت فرمائی۔ اسی طرح یہ بھی دیکھا جائے کہ جب ایک حیوان کو بھی حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی توہین و بے ادبی برداشت نہ ہو سکی تو جو مسلمان آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا کلمہ پڑھتا ہے، اس کو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی گستاخی و بے ادبی کیسے برداشت ہو سکتی ہے۔ اسی لیے جب کبھی کسی نے ہمارے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بے ادبی کی تو کسی نہ کسی عاشق رسول نے اسے ہلاک کر دیا۔ آج ہمارا ایمان اتنا کمزور ہو چکا ہے کہ ہم بد مذہبوں سے دوستی کرتے پھرتے ہیں، ان کے ساتھ راہ و رسم پیدا کرتے ہیں۔ حالانکہ احادیث کریمہ میں ایسے لوگوں سے جدار ہونے کا حکم دیا گیا ہے۔ اگر کوئی ہمارے والدین کو یا کسی قریبی رشتہ دار کو برا بھلا کہہ دے تو ہم اس سے رشتہ توڑ لیتے ہیں، لیکن اپنے پیارے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے گستاخوں سے رشتہ جوڑتے پھرتے ہیں۔ ہمارا ایمان اتنا کمزور ہو چکا ہے۔ اس کتے سے سبق سیکھیں کہ اس نے انسانوں کے بھرے مجمع میں گستاخ رسول کو جہنم تک پہنچا دیا، حالانکہ وہ بندھا ہوا تھا، کہیں بھاگ نہیں سکتا تھا، اس کے باوجود اس نے اپنی جان کی پرواہ کیے بغیر دشمن رسول کو کفر کردار تک پہنچا دیا۔ ایسے موقع پر لوگ کتا کو ہلاک بھی کر سکتے تھے، لیکن وہ کتا تو عشق رسول میں دنیا و مافیہا سے غافل ہو چکا تھا۔ جب گستاخ رسول کو دیکھا تو میدان میں کود پڑا۔ آج کے مسلمانوں کو چاہئے کہ وہ اپنا محاسبہ کریں۔

## اپنی حفاظت خود کریں

سدرہ فاطمہ بنت عطاء المصطفیٰ عالم شمس (توپسیا، کلکتہ) کلاس پنجم: اپنی ہال پبلک اسکول (بنیا پوکھر، کلکتہ)

(۱) گرم پانی میں کپڑوں کو دھلنے سے کپڑوں میں موجود جراثیم مر جاتے ہیں (۲) کوکا کولا، پیپسی وغیرہ شوگر کو بڑھاتا ہے اور انسانی صحت کو نقصان پہنچاتا ہے (۳) ہر ہفتہ گرم پانی سے بیڈشٹ دھلنا چاہئے، تاکہ اس میں پائے جانے والے جراثیم مرجائیں (۴) انسانی جسم پر ایک ہزار قسم کے بیکٹیریا پائے جاتے ہیں، ان میں اچھے اور برے دونوں طرح کے ہوتے ہیں۔ اچھے بیکٹیریا کو پانی اور صابن کی ضرورت ہوتی ہے۔ اگر ہم دودن تک نہ نہائیں تو اچھے جراثیم مرنے لگتے ہیں اور برے جراثیم بڑھنے لگتے ہیں، لہذا ہمیں ہر دن نہانے کی عادت ڈالنی چاہئے (۵) پلاسٹک کے برتن میں کھانا، پینا نہیں کرنا چاہئے، کیونکہ پلاسٹک بی پی اے {Bisphenol A \* BPA} کیمیکل سے بنتا ہے، یہ کیمیکل کھانے، پینے کی چیزوں میں مل جاتا ہے، اور انسانی صحت کو نقصان پہنچاتا ہے۔

(۶) اگر آپ موٹا پانچ، کینسر، شوگر اور ہارٹ ایک سے محفوظ رہنا چاہتے ہیں تو چینی کھانا چھوڑ دیں۔ چینی کی جگہ گڑ استعمال کریں، یہ انسانی صحت کے لیے مفید ہے (۷) کریلا شوگر، دل کے امراض، کو لیسٹرول اور گردے کی پتھری سے انسان کو محفوظ رکھتا ہے، یہ خون کو بھی صاف کرتا ہے (۸) لہسن خون کو تھلا کرتا ہے، بلڈ پریشر کو کنٹرول کرتا ہے اور انسان کو ہارٹ ایک سے محفوظ رکھتا ہے (۹) پیاز سے جسم میں ہونے والی جلن دور ہوتی ہے، بلڈ شوگر اور کو لیسٹرول کو کنٹرول میں رہتا ہے۔ کینسر سے حفاظت ہوتی ہے۔ رات کو سونے سے پہلے پیاز کو گول لچھے کی شکل میں کاٹ کر ایک موٹا لچھا پاؤں کے تلو کے بیچ رکھ کر موزہ پہن لیں اور سو جائیں۔ اس سے آپ کے جسم میں پائے جانے والے تمام نقصان دہ جراثیم رات بھر میں ختم ہو جائیں گے، اور خون بھی صاف ہو جائے گا (۱۰) سونے سے پہلے رات کو ایک تیز پتہ کرہ میں جلانے سے بہت پرسکون نیند آتی ہے۔ تیز پتہ کو کسی کٹوری میں جلا لیں، پھر اسے پندرہ منٹ کے لیے کرہ میں لا کر رکھ دیں۔ تیز پتہ کی خوشبو کرہ میں پھیل جائے

گی۔ آپ بھی وہیں پر بیٹھ جائیں، اس سے آپ کو سکون محسوس ہوگا اور ٹینشن دور ہوگا۔ مرگی کے مرض کے لیے بھی تیز پتہ کا دھواں ایک بہترین دوا ہے۔ تیز پتہ کو جلا کر رکھنے سے لال بیک {Cockroach} بھی بھاگ جاتا ہے۔

(۱۱) کینسر کا علاج: روزانہ آدھا پاؤ کھجور کھائیں، ان شاء اللہ تعالیٰ کینسر سے محفوظ رہیں گے (۱۲) اگر گھر میں چیونٹیاں بہت آتی ہوں تو لیموں کا عرق چیونٹیوں کے راستوں میں چھڑک دیں اور چیونٹیوں کے سوراخوں میں بھی کچھ عرق ڈال دیں، اسی طرح لیموں کے چھلکے کے ٹکڑے کر کے دروازوں پر رکھ دیں، چیونٹیوں کا آنا بند ہو جائے گا۔ اگر گھر میں لال بیک ہوں تو دو لیٹر پانی میں چار لیموں کا عرق نچوڑ دیں، چھلکے بھی پانی میں ڈال دیں، اس پانی سے گھر کے فرش کو دھل دیں، لال بیک اور دوسرے کیڑے مکوڑے بھی گھر سے دور ہو جائیں گے (۱۳) ایلومینیم کے برتن میں کھانے پینے سے الزائمر (ایسی بیماری جس سے انسان کی یادداشت ختم ہو جاتی ہے) کی بیماری ہو جاتی ہے (۱۴) کپڑوں کو دھوپ میں سکھائیں، کمرہ میں کپڑوں کو سکھانے سے کمرہ کی ہوا میں نمی آ جاتی ہے، جس سے سانس اور پھیپھڑوں میں بیماری لگ جاتی ہے۔ کپڑوں کو دھوپ میں سکھانے سے کپڑوں کے جراثیم بھی مر جاتے ہیں (۱۵) پودینہ کا پودا ایک گلا میں لگا لیں، رات کو یہ گلاسوں کے کمرہ میں رکھ دیں۔ اس کی خوشبو کی وجہ سے مچھر کمرہ میں نہیں آئے گا۔ اسی طرح گیندا پھول کا پودا، لہسن کا پودا، لونگ کا پودا اور تلسی کا پودا بھی مچھر کو بھگا دیتا ہے (۱۶) چائے کی عادت انسانی صحت کے لیے بہت نقصان دہ ہے۔ بلڈ پریشر، دل کے مریض، خونی بواسیر اور گیس کے مریضوں کے چائے بہت مضر ہے۔ چائے غذائیت نام کی کوئی چیز نہیں، کبھی کبھار چائے پی لینا مضر نہیں۔

## درویش شریف کی برکتیں

محمد سمیع اختر بن کمال ملک بھٹور ضلع نوابہ (بہار) کلاس چہارم: گیان بھارتی پبلک اسکول، ہسوا ضلع نوابہ (بہار)

پرانے زمانے میں ایک مسلمان اپنے ملنے جلنے والوں سے کہا کرتا: ”حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر درویش شریف بھیجنے سے ہر دعا قبول ہوتی ہے، اور ہر حاجت اور مراد پوری ہوتی ہے۔“ اور اس مسلمان کو اس بات پر بالکل یقین تھا اور اس کی برکتیں وہ اپنی زندگی میں دیکھتا رہتا تھا۔ ایک یہودی اس کا پڑوسی تھا، وہ اس مسلمان کے پاس اپنی ضرورتوں کے لیے آمدورفت کرتا رہتا تھا۔ وہ یہودی بھی اس مسلمان کا وہ جملہ ہمیشہ سنتا رہتا تھا۔ ایک بار اس یہودی نے سوچا کہ درویش شریف پر اس آدمی کے یقین کو کسی طرح توڑا جائے، اس نے ایک سازش تیار کی۔ یہودی نے زرگر (سونار) سے سونے کی ایک انگوٹھی بنوائی۔ اسے تاکید کی کہ ایسی انگوٹھی بنائے کہ پہلے کسی کے لیے ایسی انگوٹھی نہ بنائی ہو۔ سونار نے ایک عمدہ قسم کی انگوٹھی بنادی۔ اس انگوٹھی کو لے کر یہودی اس مسلمان کے پاس آیا اور کہا کہ میں سفر پر جانا چاہتا ہوں اور یہ انگوٹھی آپ کے پاس امانت کے طور پر رکھنا چاہتا ہوں۔ مسلمان نے کہا کہ ٹھیک ہے، آپ اپنی انگوٹھی میرے پاس رکھ دیں اور اطمینان سے سفر پر جائیں۔ یہودی چونکہ پڑوسی تھا، اس لیے اسے اندازہ تھا کہ مسلمان یہ انگوٹھی کہاں رکھے گا۔ یہودی رات کو مسلمان کے گھر چھپ کر داخل ہوا، اور وہ انگوٹھی اٹھا کر چل دیا۔ کل صبح وہ سمندر کی طرف گیا اور کشتی میں بیٹھ کر اپنے سفر پر روانہ ہو گیا۔ جب کشتی سمندر کے ساحل سے دور چلی گئی تو اس نے انگوٹھی کو سمندر میں پھینک دیا۔

کچھ دنوں کے بعد یہودی سمندری سفر سے واپس آیا اور مسلمان کے پاس جا کر اپنی امانت طلب کی۔ مسلمان نے کہا کہ ابھی تم سفر سے آ رہے ہو، اس لیے میرے یہاں ناشتہ کر کے جاؤ، میں آج صبح درویش شریف پڑھ کر دعا کیا اور سمندر میں شکار کو گیا تو اللہ تعالیٰ نے مجھے ایک مچھلی عطا فرمائی۔ وہ مچھلی پک جائے تو تم ناشتہ بعد اپنی امانت لے کر اپنے گھر چلے جانا۔ یہ کہہ کر مسلمان نے اپنی بیوی کو مچھلی تیار کر کے پکانے کو کہا۔ اس



کی بیوی مچھلی کے ٹکڑے کرنے لگی تو اس کے پیٹ سے بعینہ اسی طرز کی انگوٹھی نکلی، جیسی انگوٹھی یہودی نے امانت رکھی تھی۔ مچھلی کے پیٹ میں انگوٹھی دیکھ کر مسلمان کی بیوی نے انہیں آواز دیا، جب وہ گھر کے اندر جا کر مچھلی کے پیٹ سے نکلنے والی انگوٹھی کو دیکھا تو وہ یہودی کی انگوٹھی تلاش کرنے اس جگہ گیا، جہاں اس نے انگوٹھی رکھی تھی، لیکن وہاں انگوٹھی نہ ملی۔ وہ مسلمان مچھلی کے پیٹ کی انگوٹھی لا کر یہودی کو دیدیا اور کہا کہ تمہاری انگوٹھی تو نہ مل سکی، لیکن مچھلی کے پیٹ سے یہ انگوٹھی نکلی ہے، جو بالکل تمہاری انگوٹھی کی طرح ہے، تم اس کے بدلے یہی انگوٹھی لے لو۔ یہودی یہ انگوٹھی دیکھ کر کاٹنے لگا، اس نے کہا کہ مجھے غسل کرنے کی جگہ بتائی جائے۔ اسے غسل خانہ بتادیا گیا، وہ وہاں سے غسل کر کے آیا تو مسلمان سے کہا کہ آپ مجھے کلمہ تشہد پڑھا کر مسلمان بنا لیجیے۔ مسلمان نے اسے کلمہ تشہد پڑھا کر داخل اسلام کر لیا۔ اب اس نو مسلم نے انگوٹھی کا سارا واقعہ اس مسلمان کو بتادیا۔ اب اس نو مسلم کو بھی یقین ہو چکا تھا کہ یقیناً درود شریف کی برکت سے اللہ تعالیٰ ہر دعا قبول فرماتا ہے، اور ہر حاجت و مراد پوری فرماتا ہے۔

اب جسے خواہش ہو کہ اللہ تعالیٰ اس کی دعا قبول فرمائے تو اسے دعا کے وقت حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر درود شریف بھی بھیجنا چاہئے، اسی طرح اگر کوئی ضرورت و حاجت اور مقصد و مراد ہو تو درود شریف پڑھ کر اللہ تعالیٰ سے طلب کرے، امید ہے کہ اللہ تعالیٰ درود پاک برکت سے اس کی حاجت و مراد کو پوری فرمادے گا۔ ہمارا یقین جتنا پختہ ہوگا، اللہ تعالیٰ کی طرف سے اتنا اچھا بدلہ ہمیں نصیب ہوگا۔

## اخبار و حقائق

مصباح المصطفیٰ بن کمال ملک، بھنور ضلع نوابہ (بہار) کلاس ہشتم: مانس پر بھاپلک اسکول، ہسو ضلع نوابہ (بہار)

اقوام متحدہ کی عالمی تحریک یونیسکو {UNESCO} اور دوسرے تحقیقی اداروں کے اشتراک سے شائع ہونے والی ایک تازہ رپورٹ میں بتایا گیا ہے کہ اس وقت دنیا میں سب سے زیادہ پڑھی جانے والی کتاب ”قرآن مجید“ ہے۔ رپورٹ کے مطابق عہد حاضر میں قرآن مجید ایک سو اٹھاون (158) قدیم و جدید زبانوں میں ہر وقت پڑھا جاتا ہے۔

آج کل ٹی وی چینل والے اسلامی مسائل پر بات چیت کرنے کے لیے ایسے مسلمانوں کو اپنے پروگرام میں مدعو کرتے ہیں جو یا تو اسلامی معلومات سے بالکل خالی ہوتے ہیں، یا ان کی معلومات کافی نہیں ہوتی ہے، پھر انہیں طرح طرح سے بیجا سوالات کر کے خاموش کرنے کی کوشش کرتے ہیں اور اسلامی مسائل پر انکی اٹھانے کی کوشش کرتے ہیں۔ ٹی وی چینل والوں کی یہ ایک منظم سازش ہے۔ مسلمانوں کو چاہئے کہ ایسے پروگراموں میں ہرگز حصہ نہ لیں۔ جن کو اسلامی مسائل کی معلومات کی ضرورت ہو، وہ دارالافتا میں آئیں یا کسی بڑے اسلامی ادارہ میں جائیں۔ ہندوستان میں بے شمار مدارس شہر در شہر موجود ہیں۔ اسی طرح بہت سے مقامات پر دارالافتا بھی موجود ہے۔

ماہ فروری و مارچ ۲۰۱۷ء میں بھارت کی پانچ ریاستوں (یوپی، اتر اکنڈ، گوا، منی پور و پنجاب) میں اسمبلی انتخابات ہوئے۔ بی جے پی کو یوپی اور اتر اکنڈ میں بڑی کامیابی ملی۔ اس سے ملک کی سیکولر پارٹیوں کو ایک بڑا سبق ملا اور سبھوں کو محسوس ہونے لگا ہے کہ سیکولر ووٹ تقسیم ہو جانے کے سبب یہ ناکامی ہوئی ہے۔ اس لیے ۲۰۱۹ء میں ہونے والے پارلیمانی انتخاب کے لیے ابھی سے تیاری شروع ہو چکی ہے۔ بہار اسمبلی الیکشن ۲۰۱۵ء کے مہاتگٹھن کی طرح لوک سبھا الیکشن کے لیے سیکولر پارٹیوں کے عظیم اتحاد پر غور و فکر کا سلسلہ اور پارٹی لیڈروں کی ملاقاتیں جاری ہیں۔ نیش کمار، لالو پرساد یادو، کھلیش یادو، سی پی ایم، متا، بمرجی، مایاوتی، اور دیگر لیڈران عظیم اتحاد کے حامی ہیں۔ لگتا ہے کہ چند مہینوں میں کچھ نہ کچھ نتیجہ ظاہر ہو جائے گا۔

حالیہ پانچ ریاستوں کے الیکشن کے بعد الیکٹرانک ووٹنگ مشین (ای وی ایم) میں بھی کچھ خرابیوں کا چرچا میڈیا میں چھایا رہا۔ چند لیڈروں نے چیف الیکشن کمشنر نسیم زیدی سے بھی ملاقات کی ہے۔ اب الیکشن کمیشن بھی اس سلسلے میں کارروائی کرنے والا ہے۔ وزارت قانون کی اطلاع کے مطابق نئی مشینوں کی خریداری میں انیس سو چالیس (1940) کروڑ یعنی قریباً بیس ارب روپے خرچ ہوں گے۔ الیکشن کمیشن اور وزارت قانون کی رپورٹ کے مطابق یہ مشینیں یارلیا مانی انتخاب: ۲۰۱۹ء سے قبل ہی سال ۲۰۱۸ء میں حاصل کر لی جائیں گی۔

سوشل میڈیا پر یہ خبر گردش کر رہی ہے کہ یوپی میں یوگی حکومت قائم ہونے کے بعد ہندو تنظیموں نے مسلم لڑکیوں کو طلاق، نکاح حلالہ، پردہ و دیگر اسلامی آداب و رسوم کے خلاف ورغلانے کے لیے اپنی حرکت تیز کر دی ہے۔ تعلیم یافتہ لڑکیوں سے اسلام کے خلاف بیان لے کر اسے سوشل میڈیا پر وائرل کر دیا جاتا ہے۔ اسی طرح لڑکیوں کو اخلاقی راہ سے بھی دور ہٹانے کی بھی سخت کوشش کی جا رہی ہے۔ والدین سے گزارش ہے کہ اسکول و کالج جانے والی اپنی لڑکیوں کی صحیح نگرانی کریں۔ اسی طرح اسکول و کالج کی لڑکیوں کے لیے کسی معلمہ کا انتظام کر کے ہر علاقہ میں بعد نماز مغرب ”تعلیم بالغاں“ کا انتظام کیا جائے، تاکہ مستقبل محفوظ ہو سکے۔

ڈی ایس ایس: لالو پر سادیادو کے بڑے بیٹے تیج پرتاپ یادو ہیلتھ منسٹر (بہار) نے آرائس ایس {Rashtariya Swayamsevak Sangh \*RSS} کے بالمقابل ڈی ایس ایس {Dharmanirpeksha Sevak Sangh \*DSS} نامی تنظیم بنائی ہے۔ اس تنظیم کے قیام کا مقصد یہ ہے کہ آرائس ایس جو مذہبی دہشت گردی پھیلا رہا ہے، اس پر قابو پانے کی کوشش کی جائے۔ اس طرح کی کئی تنظیمیں اور بھی ہیں، لیکن آرائس ایس کو کام لگانے میں ناکام ہو چکی ہیں۔ اب ڈی ایس ایس کا مستقبل دیکھنا ہوگا۔ ممکن ہے کہ جس طرح لالو، جمیش مہاسٹھن نے جس طرح بہار میں بی جے پی کو گھٹنے ٹیکنے پر مجبور کر دیا، اسی طرح ڈی ایس ایس بھی آرائس ایس کے مذموم عزائم کو ملیا میٹ کر دے۔ اتر پردیش کے چیف منسٹر یوگی کے اشارہ پر ایک تحریک ”ہندو یوواواہنی“ نامی یوپی میں قائم ہوئی ہے۔ یہ درحقیقت آرائس ایس کے عزائم کو آگے بڑھانے کے لیے ایک ذیلی تنظیم کی طرح ہے۔

آرائس ایس کی ایک ذیلی تنظیم ”ہندو جاگروتی سمیٹی“ ملک بھر میں مساجد سے متعلق تفصیلات جمع کر رہی ہیں کہ مسجد سرکاری زمین پر تعمیر ہوئی ہے یا نجی زمین پر؟ مسجد کی تعمیر کے لیے متعلقہ اتھارٹی یعنی کارپوریشن/میونسپلٹی/گرام پنچایت سے منظوری لی گئی ہے یا نہیں؟ اگر مسجد کی تعمیر غیر قانونی زمین پر ہوئی ہے یا بلا اجازت ہوئی ہے تو اسے ڈھانے کے لیے متعلقہ ریاست کے چیف سیکریٹری یا متعلقہ ضلع کے ڈپٹی کمشنر کو تحریری عرضی دے کر مسجد کو ڈھانے کی کارروائی کی جائے گی۔ اسی طرح ہائی کورٹ میں مقدمہ دائر کر کے بھی مسجد کو ڈھانے کا حکم حاصل کرنے کی کوشش ہوگی۔ حالانکہ ہندوؤں کو سوچنا چاہئے کہ مسجدوں سے زیادہ مندر غیر قانونی زمینوں اور بلا اجازت تعمیر شدہ ہیں۔ کہیں یہی حکمت عملی مندروں پر نہ پلٹ پڑے۔ اللہ تعالیٰ کی قدرت میں کچھ کی نہیں ہے۔ ”جیسی کرنی، ویسی بھرنی“ بہت مشہور کہاوت ہے۔

## نوٹ

ماہنامہ پیغام شریعت ہر ماہ پابندی سے شائع ہو رہا ہے اور آپ کے پاس وقت پر بھیج دیا جاتا ہے۔ اگر سالانہ زرتعاون کی میعاد پوری ہوگئی ہو، یا ایک سو پچاس روپیے کے ذریعہ ابھی تک سالانہ ممبر شہب جمع نہ کر سکے ہیں تو فوراً منی آرڈر یا ڈرافٹ یا ای پی بیٹ کے ذریعہ اس کی ممبری فیس ارسال فرما کر رسالہ کو ترقی دیں۔ (ادارہ)